ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org
منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین
۱۳۰۱ھ
انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا
تصنیف لطیف
اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

رسالہ

مُنیرالعین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۰۱ھ

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ (۳۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمۂ اشہد ان محمدًا رسول اللہ سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصلٰوۃ و السلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمدٍ الرفیع ذکرہ فی الصلٰوۃ والاذان، والحبیب اسمہ عند اھل الایمان، وعلٰی الہ وصحبہ

تمام خُوبیاں اللہ کے لیے جس نے گروہِ انبیاء و مرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ وسلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا ذکر اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہلِ ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل واصحاب پر

المشروحة صدورهم لجلال اسراره و
المفتوحة عيونهم بجمال انواره، واشهد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له،
وان محمدا عبده ورسوله
بالهدى ودين الحق ارسله
صلى الله تعالى عليه وعلى
اٰله وصحبه اجمعين، وعلينا
معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين
اٰمين. قال العبد الذليل للمولى الجليل
عبد المصطفى احمد رضا المحمدی السنی الحنفی
القادری البرکاتی البریلوی، نور الله عيونه و
اصلح شيونه مستعيذا برب الفلق من شر
ما خلق وحامدا الله على ما الهم ووفق.

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار ورموز کے جلال کیلئے
کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال
سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے
سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت
محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے
اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث
کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب
اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولٰی جلیل کا عبدِ ذلیل
عبد المصطفٰی احمد رضا محمدی سُنّی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی
کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے
تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ ربّ الفلق کی پناہ
میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی
اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پُر نور شفیع یوم النشور صاحبِ لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سُنتے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چُوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اُس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاجِ دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما و عمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسن وحسین وحضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایۃ وفتاوٰی صوفیہ وکنز العباد وردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور اُن حدیثوں کے بارہ میں اُن محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرۂ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہِ تساہل وتشدد نہیں چلتے حکمِ اخیر وخلاصۂ بحث وتنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا:

لایصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ۔[۱] بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں:

کل مایروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتۃ۔[۲] اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا حتمی صحیح نہیں۔ (ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ ھٰذَا شَیْئٌ۔[۳] بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں نہ کہ نفی صلاح وتماسک وصلوحِ تمسک نہ کہ دعوٰی وضع کذب، تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکمِ صحت صحیح نہیں یونہی حکمِ وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ بتصریح ائمۂ فن کثرتِ طُرق سے جبرِ نقصان متصور اور عملِ علماء وقبولِ قدماء حدیث کے لیے قوی، دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلاشبہہ یہ فعل اکابر دین سے مروی ومنقول اور سلفِ صالح میں حفظِ صحتِ بصرو روشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اُس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنّتِ ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منع باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیثِ مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیثِ موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولٰنا علی قاری نے عبارتِ مذکورہ کے بعد فرمایا:

قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

---

[۱] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۵

[۲] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبرٰی) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[۳] ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۳

تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین[1]

عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

توصیق سے کسی شئے کا ثبوت بعینہٖ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنۃ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِیْلِیْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَیْہِ شَفَاعَتِیْ وَلَا یَصِحُّ۔[2]

یعنی مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سُن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانبِ باطن سے چُوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دُعا پڑھنا اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا۔ اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اُس جناب نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے سُنا یہ دُعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانبِ زیریں سے چُوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجۂ صحت نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا:

وکذا ما اوردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبریٰ) حدیث ۸۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۱۰

[2] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ 〃 〃 〃 ص ۳۸۴

الرداد اليمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ " بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ، مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یرمد ابدا[1]

رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلٰوۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

ثم روی بسند فیہ من لم اعرفہ عن اخی الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ھبت ریح، فوقعت منہ حصاۃ فی عینہ فاعیاہ خروجھا والمتہ اشد الالم وانہ لما سمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ، قال ذلک فخرجت الحصاۃ من فورہ، قال الرداد رحمہ اللہ تعالٰی، وھذا یسیر فی جنب فضائل الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ ابن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑگئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انھوں نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رداد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا:

وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامھا وخطیبھا فی تاریخہ عن المجد احد القدماء من المصریین، انہ سمعہ یقول من صلی

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انھیں فرماتے سُنا

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] " " " " " " "

على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع ذكره فى الاذان ، وجمع اصبعيه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عينيه لم يرمد ابدا۔[1]

جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُن کر کلمے کی اُنگلی اور انگوٹھا ملائے اور انھیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا :

قال ابن صالح ، وسمعت ذلك ايضا من الفقيه محمد بن الزرندى عن بعض شيوخ العراق او العجم انه يقول عند ما يمسح عينيه، صلى الله عليك ياسيدى يا رسول الله يا حبيب قلبى و يا نور بصرى و يا قرة عينى ، وقال لى كل منهما منذ فعله لم ترمد عينى۔[2]

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سُنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یُوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِی يَا رَسُوْلَ اللهِ يَا حَبِيْبَ قَلْبِی وَيَا نُوْرَ بَصَرِی وَيَا قُرَّةَ عَيْنِی ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا :

قال ابن صالح وانا ولله الحمد والشكر منذ سمعته منهما استعملته ، فلم ترمد عينى وارجو ان عافيتهما تدوم وانى اسلم من العمى ان شاء الله تعالى۔[3]

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و شکر ہے جب سے مَیں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سُنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہُوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

پھر فرمایا :

قال و روى عن الفقيه محمد بن سعيد الخولانى قال اخبرنى الفقيه العالم ابو الحسن على بن محمد بن حديد الحسينى ، اخبرنى الفقيه الزاهد البلالى

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہُوا کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

---

[1] و [2] و [3] المقاصد الحسنہ حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۰۲

عن الحسن علیہ السلام، انہ قال، من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمداً رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ویقبل ابھامیہ ویجعلھما علی عینیہ لم یعم ولم یرمد۔[1]

حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دُکھیں۔

پھر فرمایا:

وقال الطاؤسی، انہ سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ، حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ الشھادۃ ظفری ابھامیہ ومسھما علی عینیہ، وقال عند المس اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورھما لم یعم۔[2]

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں اُنھوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص مؤذن سے کلماتِ شہادت سُن کر انگوٹھوں کے ناخن چُومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا، اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ الثانیۃ "صلی اللہ تعالیٰ علیك یا رسول اللہ"، وعند الثانیۃ منھا "قرۃ عینی بك یا رسول اللہ" ثم یقال "اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین" فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون قاعداً لہ

یعنی خبردار رہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمداً رسول اللہ سُنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کہے اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنت میں لے جائیں گے، ایسا ہی کنز العباد

---

[1] المقاصد الحسنۃ باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴
[2] " " " " " " " " ص ۳۸۵

الی الجنۃ کذا فی کنز العباد[۱] میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: و نحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ[۱] یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوی صوفیہ میں فرمایا) شیخ مشایخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولٰنا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الاذان، ھل ھو جائز ام لا اجبت بما نصہ نعم تقبیل الابہامین ووضعہما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل ھو مستحب صرح بہ مشایخنا فی غیر ما کتاب[۲]۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر شریف سُن کر انگوٹھے چُومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشایخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمۃ اللہ تعالٰی تکملہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لا یصح فرما کر لکھتے ہیں: و روی تجربۃ ذلک عن کثیرین[۳] یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالٰی لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سود مند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالٰی چہرۂ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط، بلکہ مجلد بسیط درکار، واللہ الموفق ونعم المعین **فاقول** و باللہ التوفیق و بہ الوصول الی ذری التحقیق۔

افادۂ اوّل (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلٰی درجہ کی حدیث ہے

---

[۱] جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[۲] فتاوٰی جمال بن عبداللہ عمر مکی

[۳] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع وعلائق کثیر و بسیار، حدیث میں اُن سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حَسَن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حَسَن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جُھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پُوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح منیہ عــہ۱ میں فرماتے ہیں:

قول الترمذی "لایصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیئ" انتفی لاینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لایتوقف ثبوتہ علی الصحیح، بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضا۔[1]

ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی تو اس سے حسن اور اُس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اُسی عــہ۲ میں ہے:

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن۔[2]

یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ عــہ۳ میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انہ حدیث لایصح" ای

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے

عــہ۱ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منہ

وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عــہ۲ آخر صفۃ الصلاۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلوۃ ۱۲ منہ

صفۃ الصلوۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عــہ۳ ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی اٰخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ

گیارھویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشورا کے دن اہل وعیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] حلیۃ المحلی

لذاته فلاینفی کونه حسنا لغیرہ ، والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علم الحدیث[1]

یہ معنے ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کریگا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہوچکا۔

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں :

من نفی الصحۃ لاینتفی الحسن[2] اھ ملخصا

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں :

ھذا القسم من الحسن مشارک للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ[3]

یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولٰنا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں :

لایصح لاینافی الحسن[4] اھ ملخصا

یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصا

سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں :

قد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ ، اذ الحسن رتبۃ بین الصحیح والضعیف[5]

یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجیت ہے ، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و ضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائما[6] (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا :

---

[1] الصواعق المحرقۃ الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵

[2] نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار

[3] نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۳

[4] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

[5] جواہر العقدین فی فضل الشرفین

[6] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹

کلا الحدیثین لایصح عند اھل الحدیث[1]

دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں[ع]:

نفیہ الصحۃ لاینافی انہ حسن کما علم[2]

صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔

شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت درحدیث چنانچہ درمقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰی ست دائرہ آں تنگ ترجمیع احادیث کہ درکتب مذکور ست، حتی دریں ششں کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم باصطلاح ایشاں صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست[3]

اصطلاح محدثین میں عدمِ صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلٰی ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہوچکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول:

وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لاتتوقف علی الصحۃ، بل الحسن کاف[4]

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

ع المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

تیسرے مقصد دوسری نوع نعلِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔(ت)

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۰۹

[2] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ علیہ وسلم " مطبعۃ عامرہ مصر ۵/ ۵۵

[3] شرح صراط المستقیم لعبدالحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص۵۰۲

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحتِ حدیث سے انکار نفیِ حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیتِ احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح و لائقِ اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں ابتدا و انتہا کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسامِ حدیث ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبۂ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاطِ راوی یا سوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہوجاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے، ورنہ در بارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجۂ ششم میں ضعف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحدِ کذب سے جُدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سنبیّنہ ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجۂ ہفتم میں مرتبۂ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوعِ اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا نظرِ تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے، یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائقِ اعتبار، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول و افترا ہے، والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی۔ وسیرد علیك تفاصیل جل ذلك ان شاء اللہ العلی الاعلٰی (اس کی روشن تفاصیل ان شاء اللہ تعالٰی آپ کے لیے بیان کی جائیں گی۔ ت) طالبِ تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثباتِ وضع ماننا زمین و آسمان کے قلابے ملانا ہے، بلکہ نفیِ صحت اگر بمعنی نفیِ ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت و حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ و دانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہرِ منیر کو زیر دامن مکر و تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کلماتِ علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے:

امام سند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص وفحوی الخطاب اس دعوٰی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثباتِ وضع تو خیال محال سے ہمدوش وقرین۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سنئے:

امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین[1]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا:

وھذا یجیئ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی "لایصح" اونحوہ[2]۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل وعاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً[3]۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ما حکم الذھبی علی ھذا الحدیث،

یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

---

[1] مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحتہ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۰۶
[2] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۴۰
[3] القول المسدد الحدیث السابع مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۴۵

انه قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفه[1] | حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لایلزم من عدم الصحة وجود الوضع کما لایخفی[2] | یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روزِ عاشورا سُرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالےٰ کا حکم "لا یصح ھذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لایلزم من عدم صحته ثبوت وضعه و غایته انه ضعیف[3] | یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل،

ان لفظ "لا یثبت" لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونه[4] | یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولنا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا و یذھب بالداء اصلا (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت قولِ امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کرکے فرماتے ہیں:

ھو یفید انه غیر موضوع کما لا یخفی[5] | یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفیِ صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافہم

---

[1] التعقبات علی الموضوعات | باب بدء الخلق والانبیاء | مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ | ص ۴۹

[2] موضوعات ملا علی قاری | بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ | مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت | ص ۳۱۸

[3] " " | بیان احادیث الاکتحال یوم عاشورا الحدیث ۱۲۹۸ | " " " " | ص ۳۴۱

[4] مجمع تذکرۃ الموضوعات | الباب الثانی فی اقسام الواضعین | کتب خانہ مجیدیہ ملتان | ص ۷

[5] موضوعات ملا علی قاری | حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ | " " " " | ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع وزور فظیع بوضوح تام طشت از بام ہوگیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چُومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفیِ صحت کہاں حکمِ وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہوجائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نانِ شبینہ کو محتاج ہے، یا متکلمینِ طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔

افادۂ دوم (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادحِ صحت و مانعِ حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں:

اوّل مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔

دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وھذا علی نزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا اواذاکان لایروی الاعن عدل عندہ، کیحیی بن سعید القطان وعبد الرحمن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ، وھناک اقوال اخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمان بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہوجائے۔ ت)

قسم اوّل یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے[1]، قبلہ ابوحنیفۃ خلافا للشافعی (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/ ۵۲

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے،

قالہ فی شرح المھذب، ذکرہ فی التدریب، وکذلک مال الی اختیارہ الامام ابوعمرو بن الصلاح فی مقدمتہ، حیث قال فی المسئلۃ الثامنۃ من النوع الثالث والعشرین ویشبہ ان یکون العمل علی ھذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشھورۃ فی غیر واحد من الرواۃ الذین تقادم العھد بھم وتعذرت الخبرۃ الباطنۃ بھم[1]۔

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابوعمرو بن الصلاح نے اپنے مقدمہ میں اسے ہی اختیار فرمایا، انھوں نے تیئسویں نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پرانا ہے اور ان کی باطنی معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ (ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورثِ ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا ھل یقبل المجھول	وھو علی ثلثۃ مجعول
مجھول عین من لہ راو فقط	وردہ الاکثر والقسم الوسط
مجھول حال باطن وظاھر	وحکمہ الرد لدی الجماھر
الثالث المجھول للعدالۃ	فی باطن فقط فقد رأی لہ
حجیۃ بعض من منع	ما قبلہ منھم سلیم فقطع[2]

(مجہول کے بارے میں علماءِ حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؛ اس کی تین[3] اقسام ہیں، مجہول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری قسم وہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انھوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ت)

ع ای للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانہ قطع بقبولہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

[2] الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۳

اسی طرح تقریب النواوی و تدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں :

المجهول اقسام مجهول العدالة ظاهراً وباطنا، ومجهولها باطنا مع وجودها ظاهرا وهو المستور، ومجهول العين، فاما الاول فالجمهور على انه لايحتج به، واما الاخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين[1]

مجہول کی کئی اقسام ہیں ، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو ، دُوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو ، اور یہ مستور ہے ، اور تیسری قسم مجہول العین ہے ، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابلِ قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں ۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں ، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں :

بعض مايضعف به رواة الحديث وتعلل به احاديثهم، لايكون تعليلا ولا جرحا عند الفقهاء ولا عند العلماء بالله تعالى مثل ان يكون الراوى مجهولا، لايثاره الخمول وقد ندب اليه، اولقلة الاتباع له اذ لم يقم لهم الاثرة عنه[2]

یعنی بعض وُہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے ، فقہاء و علماء کے نزدیک باعثِ ضعف و جرح نہیں ہوتیں ، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہُوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا ۔

بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہِ طعن سے بھی ہے یا نہیں ، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل و مجعول ہو ، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں :

---

[1] مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] قوت القلوب فصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

جھالة بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارۃ الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال[1]

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ[عہ۱] میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیہ راوٍ مجھول، ولا یضر لانہ من احادیث الفضائل[2] (اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعاتِ کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انہ[عہ۲] لیس بموضوع وفی سندہ مجھول[3] (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام بدرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لو[عہ۳] ثبتت جھالتہ لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع[4]

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

عہ۱: ذکرہ فی باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)

فضیلتِ اذان اور جوابِ اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منہ (م)

حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳: قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما فی صلاۃ التسبیح لکن اعلہ ابو الفرج بجھالۃ موسٰی بن عبدالعزیز ۱۲ منہ (م)

صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسٰی بن عبدالعزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)

---

[1] رسالہ فضائل نصف شعبان

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۷۱

[3] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

[4] لآلی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۴۴

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں :

لایلزم من الجہل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعا[1] — راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاٰخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ[2] (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے' اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا :

لیس فی شیئ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع[3] — یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالٰی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں :

کونہ کذبا فیہ نظر، وانما ھو غریب فی سندہ مجہول[4] — اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں[ع2] :

ع1 قالہ فی حدیث وعید تارک الحج فلیمت ان شاء یہودیا او نصرانیا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ — ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مرجائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

ع2 باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ — باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] لآلی مصنوعہ — صلوٰۃ التسبیح — مطبوعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر — ۲/۱۱۸

[2] کتاب الموضوعات — فی حدیث انشاد الشعر بعد العشاء — مطبوعہ دارالفکر بیروت — ۱/۲۶۱

[3] القول المسدد — الحدیث الثانی — مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہند — ص ۳۶

[4] الصواعق المحرقہ — الباب الحادی عشر — ″ مکتبہ مجیدیہ ملتان — ص ۱۴۳

قال السھیلی فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسندہ مجھول وھو ایضا صریح فی انہ ضعیف فقط، فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر "منکر" ھذا حجۃ لما قلتہ من انہ ضعیف، لا موضوع، لان المنکر من قسم الضعیف، وبینہ وبین الموضوع فرق معروف فی الفن، فالمنکر ما انفرد بہ الراوی الضعیف مخالفا لروایۃ الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وھی مرتبۃ فوق المنکر اصلح حالا منہ [1] اھ ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فن اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر منتفی ہوجائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادۂ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وھو عندنا کالارسال [2] بعد

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں

---

[1] یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی اٰمنا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہوکر آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حیثیت کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] قولہ کالارسال ای علی تفسیر وھو منہ علی اٰخر وھو علی اطلاق ۱۲ منہ (م)

قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/ ۱۹۶

عدالۃ الرواۃ وثقتھم لایضر[1]۔ | کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

لا یضر ذلک فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات[2]۔ | یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاۃ[2] میں فرماتے ہیں:

قال ابوداود ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور[3]۔ | ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ (ت)

اور جو اُسے قادح جانتے ہیں وُہ بھی صرف مورثِ ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت، مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لایضر[3] ذلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع | یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

عہ۱ اول صفۃ الصلاۃ فی الکلام علی زیادۃ وجل ثناؤک فی الثناء ۱۲ منہ (م) | صفۃ الصلوٰۃ کی ابتداء میں جہاں ثناء میں "وجل ثناءک" کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضوء ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م) | اس کا ذکر ام المومنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی بعض ازواجِ مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر یونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

عہ۳ تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعہ قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر ھو لا یضر ذلک ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) | اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ "سبحان اللہ العظیم" پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہوجائیگا۔ ترمذی نے کہا اسکی سند متصل نہیں تو حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۹

[2] حلیۃ المحلی

[3] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۴۳

یعمل به فی الفضائل اجماعا[1] میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادۂ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں، حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جُدا قسم ہے حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات عہ۱ میں ہے:

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع[2] — مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)

اُسی عہ۲ میں ہے:

المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف[3] — منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

اُسی عہ۳ میں ہے:

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع[4] — ابنِ عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اُسی عہ۴ میں ہے:

المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل[5] — منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابلِ استدلال ہے۔ (ت)

عہ۱ ذکرہ فی اٰخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م) — باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ (م) — باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ اول باب البعث ۱۲ منہ (م) — باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۴ قال فی اواخر الکتاب تحت حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۱۵

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص۶۲

[3] 〃 〃 〃 باب الاطعمہ 〃 〃 ص۳۰

[4] 〃 〃 〃 باب البعث 〃 〃 ص۵۱

[5] 〃 〃 〃 باب المناقب 〃 〃 ص۶۰

اُسی میں ہے[1] :

رأیت الذھبی قال فی تاریخہ "ھذا حدیث منکر لایعرف الابشر وھو ضعیف انتھی" فعلم انہ ضعیف لاموضوع[1]۔

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے[2] :

حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ "علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوۃ الایمان فی قلوبکم" الحدیث بطولہ فیہ الکدیمی وضاع قلت، قال البیہقی فی الشعب "ھذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ھذا الطریق، وزاد الکدیمی فیہ زیادۃ منکرۃ، ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواۃ فالحق بالحدیث انتھی"، والجملۃ معروفۃ اخرجہا الحاکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع[2]۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی نے شعب الایمان میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انھوں نے اسے حدیث کا حصہ بنادیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم نے مستدرک میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے موضوع نہیں۔ (ت)

افادۂ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک، شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجل" (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی

---

[1] ذکرہ فی آخر باب التوحید ۱۲ منہ (م) — باب التوحید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

[2] اول باب اللباس ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) — باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب التوحید مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخوپورہ ص ۴

[2] " " " باب اللباس " " ص ۳۳

صرف مورثِ ضعف ہے نہ کہ موجبِ وضع ۔ امام الشان علامہ ابنِ حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں :

لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم۔[1]

صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی ۔ (ت)

(تعددِ طرق سے مبہم کا جبرِ نقصان ہوتا ہے) و لہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبرِ نقصان ہوجاتا ہے، تعقبات میں زیرِ حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو ۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشۃ رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا :

اوردہ (یعنی ابا الفرج) من حدیث عائشۃ من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروك، و فی الثالث الحکم بن عبداللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ، قلت عبدالرحمن لم یتہم بکذب، ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ اسمٰعیل بن عیاش وکلاھما یجبران ابہام الذی فی الطریق الاول[2] اھ مختصرا۔

اسے اس (یعنی ابو الفرج) نے حدیثِ عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبدالرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمن متہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمٰعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کردیا جو سندِ اول میں تھا اھ مختصراً۔ (ت)

(حدیثِ مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہوسکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیثِ دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات[عــہ] میں فرماتے ہیں :

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لم یسم

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عــہ باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ (م)

یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب اللباس مطبعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۲۶۴

[2] التعقبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل، شیخوپورہ ص ۳۵

فانکان ثقۃ فھو علی شرط الصحیح ، و ان کان ضعیفا فھو عاضد للمسند المذکور[1]

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وُہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سندِ مذکور کو تقویت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادۂ ششم (ضعفِ راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے)

بھلا جہالت وابہام تو عدمِ علمِ عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علمِ عدم ، عدمِ علم سے زائد ، مجہول ومبہم کا کیا معلوم ، شاید فی نفسہٖ ثقہ ہو کما مرانفاعن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ' احتمال ساقط ۔ ولہذا محدثین در بارۂ مجہول رَدّ و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رَد پر متفق ہوئے ۔ امام نووی مقدمۂ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل :

الناقلون سبع طبقات ، ثلٰث مقبولۃ ، وثلٰث متروکۃ والسابعۃ مختلف فیھا (الی قولہ) السابعۃ قوم مجھولون انفردوا بروایات ، لم یتابعوا علیھا ، فقبلھم قوم ، ووقفھم اٰخرون[2]

ناقلین کے سات درجات ہیں ، تین مقبول ، تین متروک ' اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کرلینے میں منفرد ہیں ، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی ، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعفِ رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے ، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات[عہ] و لآلی و تدریب میں فرماتے ہیں :

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں

عہ قالہ تحت حدیث من قرأ اٰیۃ الکرسی دبر کل صلاۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا ان یموت ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ انھوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الحج مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۲۴

[2] مقدمۂ منہاج للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل ، ومما لم یصب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتہا ، کقولہ فلان ضعیف او لیس بالقوی او لین ولیس ذلک الحدیث مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفة ولا معارضة لکتاب ولا سنة ولا اجماع ولا حجة بانہ موضوع سوی کلام ذلک[1] الرجل فی رواتہ وھذا عدوان ومجازفة[1]

نے ایسی روایات کی نشان دہی کرکے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لیے کردیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالفت ہے نہ یہ کتاب و سنّت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے۔ (ت)

افادہ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرلے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح جن میں جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرلے یعنی دُوسرا جو بتا دے کہ تُونے یہ سُنا تھا وہی مان لے، پرظاہر کہ یہ شدّتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

(۱) **کذب** کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کرے۔

(۲) **تہمت کذب** کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھُوٹ کا عادی ہو۔

(۳) **کثرت غلط** (۴) **غفلت**

(۵) **فسق** (۶) **وہم**

(۷) **مخالفتِ ثقات** (۸) **جہالت**

(۹) **بدعت** (۱۰) **سُوءِ حفظ**

اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،

---

[1] تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۷۸
" التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۹

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضھا اشد فی القدح من بعض وترتیبھا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد[1] اھ ملخصا۔

الفاظ یہ ہیں کہ اسبابِ طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "الاشد" "فالاشد" کی ترتیب ہے اھ ملخصا (ت)

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، اواخر تعقبات میں ہے:

فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن، قلت ھذا لایقضی الحکم بوضع حدیثہ[2]۔

اس میں یزید ابن ابی زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کرلیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادۂ ہشتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں)

یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرماچکے کہ میں جسے منکر الحدیث[عہ۱] کہوں اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن[عہ۲] القطان ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلا تحل الروایۃ عنہ[3]۔

ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

عہ۱: کانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدۃ مخافۃ ان یکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعا بین الامرین ۱۲ منہ (م)

گویا امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت ودفاع لازم ہے لہذا دونوں امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ (م)

ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح نخبۃ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۵

[2] تعقبات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۸

[3] میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلۃ الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶

اُسی[ع۱] میں ہے :

قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلا یحل روایۃ حدیثہ[۱]۔

پیچھے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جس کے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں ۔ (ت)

بااینہمہ علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں ، تعقبات[ع۲] میں ہے :

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایۃ امر حدیثہ ان یکون ضعیفا[۲]۔

بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی ۔ (ت)

افادۂ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف[ع۳] متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے :

ع۱ قالہ فی سلیمن بن داود الیمانی ۱۲ منہ (م)

سلیمان بن داؤد یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۲ باب فضائل القرآن ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

ع۳ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا :

حیث قال قال المرتبۃ الثالثۃ فلان متہم بالکذب او الوضع او ساقط او ھالک او ذاھب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث او ترکوہ[۳] اقول وکان ھذا القائل ایضا لا یقول باستواء جمیع ما ذکر فی المرتبۃ بل فیھا ایضا تشکیک عندہ وکانہ الی ذلک اشار باعادۃ فلان قبل قولہ متروک الا ان فیہ ان ساقطا وما بعدہ لا یفوق متروکا وما بعدہ فافھم ۱۲ منہ (م)

ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے **اقول** گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے ۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد ، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲

[۲] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص۹

[۳] حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر مراتب الجرح مطبع علیمی ص۱۱۱

اردی عبارات الجرح، دجال کذاب، او وضاع یضع الحدیث ثم متھم بالکذب ومتفق علی ترکہ، ثم متروک[1] الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب، وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متہم بالکذب متفق علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں:

العاشرۃ، من لم یوثق البتۃ وضعف مع ذلک بقادح والیہ الاشارۃ بمتروک او متروک الحدیث او واھی الحدیث او ساقط، الحادیۃ عشر، من اتھم بالکذب" الثانیۃ عشر" من اطلق علیہ اسم الکذب والوضع[2]

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے" گیارھواں درجہ یہ ہے" جو متہم بالکذب ہو، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب ووضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں، امام ابن حجر اطراف العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لآلی[1*] میں فرماتے ہیں:

زعم ابن حبان وتبعہ ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع، ولیس کما قال، فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع[3] اھ مختصرا۔

ابن حبان نے یہ زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصرا (ت)

[1*] فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قرأ طٰہٰ ولیٰس قبل ان یخلق اٰدم الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طٰہٰ اور یٰس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴

[2] تقریب التہذیب " " مطبع فاروقی دہلی ص ۳

[3] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید " التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۰

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ لآلی[عه۱] میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتھم بکذب ولا وضع[1] اھ ملخصا۔

محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ متہم بالکذب اور متہم بالوضع نہیں اھ ملخصا (ت)

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروك" (فضل متروک ہے۔ت) لآلی[عه۲] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعہ نظر، فان الفضل لم یتھم بکذب[2]۔

اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں۔ (ت)

تعقبات[عه۳] میں ہے:

اصبغ شیعی متروك عند النسائی، فحاصل[عه۴] کلامہ "انہ ضعیف لا موضوع" وبذلك صرح البیھقی[3]۔

اصبغ شیعہ ہے امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

عه۱: فیہ تحت حدیثہ ایضا والذی نفسی بیدہ ما انزل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الا بالعربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس میں اسی حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالٰی نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت تھی الحدیث (ت)

عه۲: فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاھین لما کلم اللہ تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ (م)

اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو انکے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا، الحدیث ۱۲ منہ (ت)

عه۳: ذکرہ فی اول باب الصلاۃ۔

باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

عه۴: الکنایۃ للذھبی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید مطبعۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/ ۱۱

[2] " " " " ۱/ ۱۲

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص۱۱

حدیث چلّہ صوفیۂ کرام قدست اسرارہم کہ ،

من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علٰی لسانہٖ[1]

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے اخلاص کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہوجائیں گے ۔ (ت)

ابن جوزی نے بطرق عدیدہ روایت کرکے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "مافیھم متھم بکذب[2]" یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں ۔ یونہی ایک حدیث[عہ] کی علت بیان کی : بشر بن نمیر عن القاسم متروکان[3] (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی اور یہ دونوں متروک ہیں ۔ ت) تعقبات میں فرمایا : بشر لم یتھم بکذب[4] (بشر متہم بالکذب نہیں ۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراھیم خلیلا" الحدیث (اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث ۔ ت) میں کہا تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک[5] (اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے ۔ ت) تعقبات میں فرمایا، مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب[6] (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں ۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "ثلثۃ لا یعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی ۔ ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا : لم یتھم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع[7] (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ۔ ت)

سبحان اللہ ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون ۔

عہ یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالٰی علٰی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا : "صلی اللہ تعالٰی علٰی نوح وعلیہ السلام"، تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] التعقبات علی الموضوعات ، باب الادب والدقائق ، مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷
[3] و [4] " " " " ص ۴۶
[5] " باب المناقب " " ص ۵۳
[6] " باب الجنائز " " ص ۱۷

تذییل یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کے تھے، ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعاتِ ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالٰی جنون وجذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسّی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوّے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطرق عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے، ثقات سے وُہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزرہ کو یحیٰی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائذ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذا غاية ما ابدى ابن الجوزي دليلا على ما حكم به من الوضع، وقد افرط وجازف فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره۔ انتهى[1]

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکمِ وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکمِ وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہٖ ہو۔

واللہ الهادی الی سبیل الهدٰی۔

افادۂ دہم (موضوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکمِ وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یُوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآنِ عظیم (۲) یا سنتِ متواترہ (۳) یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقلِ صریح (۵) یا حسِ صحیح (۶) یا تاریخِ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل وتطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پُرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدحِ باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمالِ کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

---

[1] زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی

کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلامِ معجز نظامِ نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوحِ وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یُوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمۂ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علٰی سیّدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمك لحمی ودمك دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خُون میرا خُون۔ ت)

اقول انصافاً یُوں ہی وُہ مناقبِ امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہلِ بیت طاہرین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقبِ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے رہنمائی فرمائی جو سنّت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائنِ حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیثِ سبق میں زیادتِ جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیفِ اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلّہ حفاظِ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرارِ وضع کرے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ

عـہ زدتہ لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

بدعوی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں و لو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام وتقاصی المرام ، ولسنا ھنالك بصدد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہوجائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولوکان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معہ من انضمام شئی مما سیاتی۔[۱]

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور باانیہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ لے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔(ت)

مولانا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارہ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاھر ان الحدیث ضعیف لاموضوع[۲] (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابوعقال ہلال بن زید ہے، ابنِ حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات روایت کرتا و لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قولِ مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، ولیس فیہ مایحیلہ الشرع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لایتجہ، وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل

---

[۱] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الموضوع دارالامام الطبری بیروت ۱/۲۹۷

[۲] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۱۲۸۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۳۸

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[1] میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)
یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو، یہ مسلک امام الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ و نزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم متعمدا لذلك اوتهمته بذلك، الاول هو الموضوع، والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع، اذ قد یصدق الکذوب، والثانی هو المتروك[2] اھ ملتقطا

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فایاکم والحمرة وکل ثوب فیه شهرة (شیطان سُرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سُرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل هذا حدیث باطل واسناده منقطع کذا قال وقوله باطل مردود فان ابابکر الهذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر، وان زاد فی

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح انھوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عـــہ ذکره فی ترجمة رافع بن یزید الثقفی ۱۲منہ (م) رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲منہ (ت)

---

[1] القول المسدد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

[2] شرح نخبۃ الفکر مع نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

السند رجلا، فغایته ان المتن ضعیف اما حکمه بالوضع فمردود[1]

کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں:

الموضوع هو الحدیث الذی فیه الطعن بکذب الراوی[2]

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب[1] لدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الدیك حکم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحکم بوضعها اذ لیس فیها وضاع ولا کذاب نعم هو ضعیف من جمیع طرقه[3]

روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا موضوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمیع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی[2] میں حدیث کان لا یعود الا بعد ثلث (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادتِ مریض فرماتے تھے۔ ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے، فرمایا:

اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوا بانه ضعیف فقط، لاموضوع، فان مسلمة یجرح بکذب کما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

عہ۱ المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (م)

عہ۲ المقصد الثامن الفصل الاول فی طبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طبِ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول "حرف الزاء" مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۵۰۰

[2] حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر بحث الموضوع مطبع علیمی لاہور ص ۵۶

[3] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل التاسع مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۳/۲۵۰

[4] " " " " الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۸

بزخرف القول فقال ھو موضوع کما قال الذھبی وغیرہ[1]۔

اور نہ توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔(ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفرد بہ کذاب او وضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط[2]۔

مدار سندِ حدیث پر ہے اگر اس روایت کرنے والا کذاب یا وضاع متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔(ت)

انھیں ابن علی ختنی نے حدیث ثلثۃ لیس لھم عیادۃ الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور داڑھ درد والے کی۔ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور ہرقل نے یحیٰی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدتِ طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کردیا و لہذا بیہقی نے موقوف کو "ھو الصحیح" (وہ صحیح ہے۔ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحہ وقفہ لا یوجب الحکم بوضعہ اذ مسلمۃ وان کان ضعیفا لم یجرح بکذب، فجزم ابن الجوزی بوضعہ وھم[3] اھ نقلہ الزرقانی قبیل ما مر۔

اس کی تصحیح اس کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا ان کو موضوع قرار دینا وہم ہے اھ اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔(ت)

امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ "ان ھذہ الحکایۃ کذب علٰی مالک"۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۹

[2] " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " ۷/۵۸

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے ۔ ت) علامہ زرقانی[1] نے اس کے رد میں فرمایا :

هذا تهور عجيب ، فان الحكاية رواها ابو الحسن[2] بن فهر فى كتابه فضائل مالك باسناد لا بأس به ، واخرجها القاضى عياض فى الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن اين انها كذب وليس فى اسنادها وضاع ولا كذاب[1]۔

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابو الحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائل مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے "شفاء" میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہٰذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ اس کی سند میں نہ کوئی راوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب ۔ (ت)

افادہ نہم میں امام الشان و امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اسے وضاع تو نہ کہا ، امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعنِ کذب تو نہیں ، نیز تعقبات[3] میں فرمایا :

لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعا[2]۔

اس پر کذب کا طعن نہیں لہٰذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا ۔ (ت)

(۴۲) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکمِ وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمتِ کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب ۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں ۔ افادۂ دوم میں امام زرکشی و امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو ۔ افادۂ پنجم میں گزرا کہ ابو الفرج نے کہا ملیکی متروک ہے ، تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں ۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں ۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول ، مجروح ، کثیر الخطا ، متروک ہونے سب کے یہی جواب دیے ۔ نیز تعقبات[3] میں ہے :

---

[1] المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ

باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] آخر البعث ۱۲ منہ

باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواهب الفصل الثانی المقصد العاشر مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۸/۳۴۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۹

حدیث فیه حسن بن فرقد لیس بشئ، قلت لم یتهم بکذب، واکثر ما فیه ان الحدیث ضعیف[1]

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شَی نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:[2]

حدیث فیه عطیة العوفی وبشر بن عمارة ضعیفان "قلت" فی الحکم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب[2]

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محلِ نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:[3]

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیه ابو عاتکة منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولا تہمة۔[3]

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:[4]

حدیث فیه عمارة لا یحتج به قال الحافظ ابن حجر، تابعه اغلب واغلب شبیه بعمارة فی الضعف، لکن لم ار من اتهمه بالکذب۔[4]

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے لہٰذا یہ قابلِ استدلال نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ[5] زرقانی نے شرح مواہب[5] میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالمِ قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا، کیف یتصور وضعه ولا کذاب فیه ولا متہم[5] اس کا موضوع ہونا

[1] آخر التوحید ۱۲ منہ
باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] اول العلم ۱۲ منہ
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] اول باب البعث

[1] التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۵۳
[2] التعقبات علی الموضوعات باب التوحید " " ص ۴
[3] " " باب العلم " " ص ۴
[4] " " باب البعث " " ص ۵۱
[5] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثباته بالاشیاء المغیبات مطبعۃ العامرہ مصر ۲۵۹/۷

کیونکر متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم ۔

بالجملہ اس قدر پر اجماعِ محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل وقرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد ومفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الھادی وعلیہ اعتمادی ۔

افادۂ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہٖ ان پندرہ دلائل سے منزّہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیشِ نظر ہے ، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حافظہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہٖ ثابت ہے ، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصلِ حاصل ، ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے ، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے ، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے :

ابراھیم بن موسی المروزی عن مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما حدیث "طلب العلم فریضۃ" قال احمد بن حنبل "ھذا کذب" یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن لہ طرق ضعیفۃ[1]۔

ابراہیم بن موسی المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے ، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے ۔ (ت)

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالٰی نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا : فلیعلم انی ارجوا ان یکون جمیع ما فیہ صحیحا[2] (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی ، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسٰی المروزی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶۹

[2] حصن حصین مقدمہ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۵

اُس کی شرح حرز ثمین میں لکھتے ہیں :

صرح ابن الجوزی بان ھذا الحدیث موضوع "قلت" یمکن انیکون بالنسبۃ الی اسنادہ المذکور عندہ موضوعا[1]

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے" میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز حصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں :

ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحذر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ اٰخر الخ[2]

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیش نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ (ت)

علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں :

قال السہیلی ان فی اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط، وبہ صرح فی موضع اٰخر من الروض وایدہ بحدیث ولا ینافی ھذا توجیہ صحتہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق، ان وجد، اوفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھوفی الظاھر[3]

سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحتِ حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وُہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سُنئے حدیث "صلاۃ بسواک خیر من سبعین صلاۃ بغیر سواک"[4] (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستّر نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم نے کتاب السواک میں دو جیّد و صحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیا نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابویعلٰی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابو نعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطرق عدیدہ واسانید متنوعہ

---

[1] حرز ثمین مع حصن حصین تعزیۃ اہل رسول اللہ عند وفاتہ نولکشور لکھنؤ ص ۴۱۰

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ الدافع للمؤلف لتالیف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

[3] شرح زرقانی علی المواہب باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۱۹۶

[4] مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۷۲

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ و انس بن مالک و ام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکمِ بطلان قطعاً محال، با اینہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصدِ حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

قول ابن عبدالبر فی التمہید عن ابن معین، انہ حدیث باطل، ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ[1]۔

یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا (کہ یہ حدیث باطل ہے) اُس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنے ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور سُنیے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داود و نسائی و صحیح مختارہ وغیرہا صحاح و سنن:

ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاتدفع ید لامس قال طلقھا قال انی احبھا قال استمتع بھا[2]۔

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھُونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات و موثقین احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: "اسنادہ صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسنادہ محتج بھم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد[3]" (اس روایت کے تمام راوی

ع۱: ای کل من سألھا شیئا من طعام او مال اعطتہ ولم ترد ھذا ھو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (م)

یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رَد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳

[2] سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع " المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲/۹۸

[3] مختصر سنن ابی داود للحافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء الخ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۳/۶

ایسے ہیں جن سے بخاری ومسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا ہے (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا : حسن صحیح (حسن صحیح ہے ۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد " لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں ۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں :

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی، حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانہ علی ما نقلہ الخلال عن احمد، فابان ذلک عن قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامہ، ولو عرضت ھذہ الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ار لہ فی مسندہ، ولا فیما یروی عنہ ذکرا اصلا لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر سوی ما سألہ عنہ الخلال وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا[عہ] اھ ذکرہ فی اللآلی[۱]۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کرلیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو بات ابن جوزی کے قلتِ مطالعہ اور غلبۂ تقلید کو واضح کررہی ہے حتی کہ انھوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کرلیتے کہ حدیث کی اصل ہے لیکن ایسا نہ ہوسکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی اُن روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لآلی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

عہ فی اواخر النکاح

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

---

[۱] اللآلی المصنوعۃ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/ ۱۷۳

(**نتیجۃ الافادات**) بحمد اللہ تعالٰی فقیرِ آستان قادری غفر اللہ تعالٰی لہ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہِ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیثِ تقبیلِ ابہامین کو وضع وبطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکمِ وضع محض بے اصل واجب الدفع، ولہذا علمائے کرام نے صرف "لایصح" فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکمِ وضع واقع ہُوا ہو تو وہ صرف کسی سندِ خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنھیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورثِ ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بعونہ تعالٰی یہاں تک کی تقریر سے موضوعیتِ حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وباللہ التوفیق۔

افادۂ دوازدہم (تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہو تو جبرِ نقصان ہوکر حدیث درجۂ حسن تک پہنچتی اور مثلِ صحیح خود احکام حلال میں حجت ہوجاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے:

تعدد[علہ] الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن[۱]۔

متعدد روایتوں سے آنا حدیثِ ضعیف کو درجۂ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعاتِ کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولوضعفت یرقی الحدیث الی الحسن[۲]۔

طرقِ متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجۂ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح[عہ۲] القدیر میں فرماتے ہیں:

لوتم تضعیف کلہا کانت حسنۃ لتعدد الطرق

اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علہ آخر الفصل الثانی باب ما لایجوز من العمل فی الصلاۃ ۱۲ منہ (باب مالایجوز من العمل فی الصلوٰۃ کی فصل ثانی کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے۔ ت)

عہ۲ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸

[۲] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

وکثرتها[1] ہوگی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اُسی میں[عہ۱] فرمایا:

جائز فی الحسن ان یرتفع الی الصحۃ اذا کثرت طرقہ والضعیف یصیر حجۃ بذلک لان تعددہ قرینۃ علی ثبوتہ فی نفس الامر[2]۔ جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبرٰی[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ، وبالحسن اخری، وھذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیہقی التی الفہا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال صحابھم[3]۔ بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرٰی میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دربارہ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل:

ھذہ الاسانید وان کانت ضعیفۃ لکنہا اذا ضم بعضہا الی بعض احدثت قوۃ[4]۔ یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[عہ۳] میں فرماتے ہیں:

المتروک او المنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

عہ۱: قالہ فی مسئلۃ النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

عہ۲: الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ۳: باب المناقب حدیث النظر علی عبادۃ ۱۲ منہ

---

[1] فتح القدیر صفۃ الصلوٰۃ بحث سجود علی العمامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۶

[2] فتح القدیر باب النوافل " " " " ۱/۳۸۹

[3] المیزان الکبرٰی للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۸

[4] الصواعق المحرقہ الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۴

الی درجة الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن[1]۔ | تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔

افادۂ سیزدہم[۱۳] (حدیث مجہول وحدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہوجاتی ہے اور وہ جابر ومنجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انھیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اورحدیث کو رتبۂ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث:

لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ولد لہ ثلثة اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل[2]۔

حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی[علہ] نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفقی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

ھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہ فی قسم المقبول[3]۔

یہ مرسل اُس حدیث ابن عباس کی مؤید ہوکر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں[عہ۲]:

فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصار حسنا[4]۔

اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہوگئی۔

علہ لآلی کتاب المبتداء

عہ۲ تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامة منہا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] التعقبات علی الموضوعات	باب المناقب	مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل	ص ۵۷
[2] کتاب الموضوعات	باب التسمیة بمحمد	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۵۴/۱
[3] اللآلی المصنوعة	کتاب المبتداء	دار المعرفة بیروت	۱۰۲/۱

[4] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنوا المساجد کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۷۰/۱

افادۂ چہاردہم (حصولِ قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی بوروده من طریقین[1]۔ یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پاگئی۔

اُسی میں حدیث" اکرموا المعزی وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنۃ[2]" (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا:

اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ما قبلہ فیتعاضدان[3]۔ سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث" اکرموا العلماء فانہ ورثۃ الانبیاء[4]" (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اوّل، ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ ما بعدہ[5] (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاك بن حجرۃ لکن یعضدہ ما قبلہ[6] (ضحاک بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔ ت) متتبع کلماتِ علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم (اہلِ علم کے عمل کرنے سے بھی حدیثِ ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہلِ علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ[ع] میں ہے:

ع: باب ما علی الماموم من المتابعۃ اول الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۱

[3] تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴

[4] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۹۳

[5] السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ مطبعۃ ازہریہ مصر ۱/۲۷۰

[6] " " " " " " " " "

رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب والعمل علٰی ھذا عند اھل العلم، قال النووی واسنادہ ضعیف نقلہ میرك، فکأن الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم، والعلم عند اللہ تعالٰی[1]

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم

کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہ من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا، غفر اللہ تعالٰی لہ، ومن قیل لہ غفر لہ ایضا، فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدد المروی من غیران انوی لاحد بالخصوص، فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف، فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء، فسألتہ عن السبب، فقال اری امی فی العذاب، فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکورۃ لھا فضحك وقال انی اراھا الاٰن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث[1]

اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے لا الٰہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پُوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہُوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہُوں، امام محی الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات[2] میں امام بیہقی سے ناقل تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلك تقویۃ للحدیث المرفوع (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

عہ باب الصلاۃ حدیث صلاۃ التسبیح ۱۲ منہ

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ما علی المأموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۳/ ۹۸
[2] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا:

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ[1]۔

معتمد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہلِ علم کی موافقت صحتِ حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند قابلِ اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشادِ علما احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔

افادہ شانزدہم[16]

(حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے وہ سب ایک پلّہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجۂ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔

(عقائد میں حدیث اُحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات[2]۔

حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

عہ باب الصلاۃ حدیث من جمع بین الصلاتین من غیر عذر فقد اتی بابا من ابواب الکبائر اخرجہ الترمذی وقال حسین ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم وقد صرح غیر واحد[3] الخ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

باب الصلوٰۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہلِ علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

[2] شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیۃ قندھار ص ۱۰۱

[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں: الاحاد لاتفید الاعتماد فی الاعتقاد[1] (احادیث احاد دربارۂ اعتقاد ناقابلِ اعتماد)۔

(دربارۂ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل و مناقب میں باتفاق علماء حدیثِ ضعیف مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں باتفاقِ علماء[عہ۲] ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انھیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کرکے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرقِ مراتب نہ جاننے سے ناشئ، جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ[عہ۳] کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ ان کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، عزیزو! مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے[عہ۱]، رسالۂ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادۂ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں، عبارتِ تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائلِ اعمال میں مقبول ہے، باآنکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[عہ۴] فی معاملۃ المحبوب

عہ۱: ای ولا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ ت)

عہ۲: الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ

عہ۳: مسئلہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ (۱۳۰۰ھ) و رسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معٰویۃ (۱۳۰۳ھ) ورسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معٰویۃ (۱۳۱۲ھ) وغیرہا میں ہے وفقنا اللہ تعالٰی بمنہ وکرمہ لتبییضہا وتبیینہا ونفع بہا وبسائر تصانیفی امۃ الاسلام بفہمہا وتفہیمہا امین یا اعظم القدرۃ واسع الرحمۃ امین صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عہ۴: فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبائر والصغائر مصطفی البابی مصر ص ۵۷

3
3

میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلۃ محتملۃ علی کل حال مقاطیعہا ومراسیلہا لاتعارض ولاترد، کذلک کان السلف یفعلون[1]۔

فضائلِ اعمال وتفضیلِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول وماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ اُنھیں رد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[عہ۱] وحرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[2] ولفظ الحرز لجواز العمل بہ فی فضائل الاعمال بالاتفاق[3]۔

یعنی بیشک حفاظِ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

فتح المبین[عہ۲] شرح الاربعین میں ہے :

لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل بہ، والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ اوکما

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہوگیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

عہ۱ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

عہ۲ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالٰی اذ ارجوان یکون جمیع ما فیہ صحیحا ۱۲ منہ (م)

عہ۳ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب　فصل الحادی والعشرون　مطبوعہ دار صادر مصر　۱/ ۱۷۸

[2] شرح اربعین للنووی　خطبۃ الکتاب　" مصطفی البابی مصر　ص ۴

[3] حرز ثمین شرح مع حصن حصین　شرح خطبہ کتاب　نولکشور لکھنؤ　ص ۲۲

قال واشار المصنف رحمہ اللہ تعالٰی بحکایۃ الاجماع علٰی ماذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ[1] الخ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرلے اُس کا اجر اُسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں مَیں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یُونہی ہیں یا جس طرح حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر نقل اجماع علما سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے[1] الخ

مقاصد حسنہ[2] عہ میں ہے:

قد قال ابن عبدالبر انہم یتساھلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال[2]۔

بے شک ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علما حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائلِ اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام[3] محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال[3]۔

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام[12] ابوعمرو ابن الصلاح و مقدمہ[13] جرجانیہ و شرح[14] الالفیۃ للمصنف و تقریب[15] النواوی اور اس کی شرح تدریب[16] الراوی میں ہے:

واللفظ لھما یجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل فی الاسانید الضعیفۃ وروایۃ ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل بہ من غیر بیان ضعفہ فی فضائل الاعمال وغیرھا مما لاتعلق لہ بالعقائد والاحکام وممن نقل عنہ ذلک ابن حنبل وابن مھدی وابن المبارک قالوا اذا روینا

محدثین وغیرہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائلِ اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل و امام عبدالرحمٰن بن مہدی و امام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہے وہ فرماتے جب

عہ ذکرہ فی مسألۃ تقدیم الاورع ۱۲ منہ (م)

صاحبِ ورع و تقوٰی کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح المبین شرح الاربعین

[2] المقاصد الحسنۃ زیر حدیث من بلغہ عن اللہ الخ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۰۵

[3] فتح القدیر باب الامامۃ " نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

فی الحلال والحرام شددنا واذا رویناف الفضائل ونحوھا تساھلنا[1] اھ ملخصا۔	ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مھدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد وامام ابن معین وامام ابن المبارک وامام سفیان ثوری وامام ابن عیینہ وامام ابوزکریا عنبری وحاکم وابن عبدالبر کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تذییل کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،

ضعاف در فضائلِ اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علماء معمول بہا است[2] الخ۔	فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ (ت)

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ اوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا: "اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے[3]" الخ۔

اُسی میں حدیث فضیلتِ شب برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کرکے کہا: "یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائلِ اعمال میں باتفاق جائز ہے[4]" الخ۔

افادۂ ثالثہ عشرہم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوتِ استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب[عہ] الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار

عہ: نقل ھذہ العبارات الثلثۃ محقق اعصارنا وزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالٰی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲ منہ (م)	یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدایونی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام" میں ذکر کی ہیں ۱۲ منہ (ت)
عہ: اول الکتاب ثالث فصول المقدمۃ ۱۲ منہ (م)	یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۸

[2] رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

[3] مظاہر حق باب السنن وفضائلھا مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱/۴۹۶

[4] مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱/۸۴۳

31
31

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا[1]۔

محدثین وفقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بُری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی[32] نابلسی نے حدیقۂ ندیہ[عـه۱] شرح طریقۂ محمدیہ میں نقل فرمائے، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق[33] فتح القدیر[عـه۲] میں فرماتے ہیں :

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2] (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا ہے) علامہ[34] ابراہیم حلبی غنیۃ[عـه۳] المستملی فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں :

یستحب ان یمسح بدنه بمندیل بعد الغسل لما روت عائشة رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرقة یتنشف بها بعد الوضوء رواه الترمذی وهو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل[3]۔

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا[35] علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں :

الضعیف یعمل به فی الفضائل الاعمال اتفاقا

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عـه۱ اواخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منہ (م)

باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـه۲ قبیل فصل فی حمل الجنازة ۱۲ منہ (م)

فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـه۳ فی سنن الغسل ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۷

[2] فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة۔[1]
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلیل جلال سیوطی طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا[عــہ۱] میں فرماتے ہیں:

استجبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال۔[2]
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالٰی انموذج العلوم[عــہ۲] میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ویستحب لانه مامون الخطر ومرجوا لنفع۔[3]
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وُہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

اندیشہ سے امان یُوں کہ حُرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمید یُوں کہ فضیلت میں حدیث مروی ہے اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

عــہ۱ نقله بعض العصریین وهو فیما نری ثقة فی النقل ۱۲ منه (م)

عــہ۲ نقله العلامة شهاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجة حیث روی المصنف رحمة الله تعالٰی بسنده الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث وللمحقق ههنا کلام طویل نقله الشارح ملخصا ونازعه بما هو منازع فیه والوجه مع المحقق فی عامة ما ذکروا ولو لا خشیة الاطالة لاتیتا بکلاهما مع ما له وعلیه ولکن سنشیر ان شاء الله تعالٰی الی احرف یسیر یظهر بها الصواب بعون الملك الوهاب ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

---

[1] موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبة مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۳

[2] الحاوی للفتاوی خفیا دار الفکر بیروت ۲/۱۹۱

[3] نسیم الریاض شرح شفا دیباجہ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۴۳

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہُوا، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ماننے کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے توثبوت اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس سے کُھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد وبالاتر چیز ہے اور وُہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح منیہ[علہ] میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر[۱]۔

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابوطالب مکی قوت القلوب[علہ] میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذا لم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[۲]۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفِ اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرِعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ (م)
علہ فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)

سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[۲] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱/۱۷۷

امر میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قولہ قدس سرہ "یوجب" فکانہ یرید التاکد کما تقول لبعض اصحاب بك حقك واجب علی فقال فی الدر المختار لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[1] او ان ملمحہ الی ما علیہ السادات المجاھدون من الائمۃ والصوفیۃ قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم الصفیۃ من شدۃ تعاھدھم للمستحبات کانھا من الواجبات وتوقیھم عن المکروھات بل وکثیر من المباحات کانھن من المحرمات او ان ھذا ھو المذھب عندہ فانہ قدس سرھما فیما نری من المجتھدین وحق لہ ان یکون منھم کما ھو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعۃ الکبری وان انتسبوا ظاھرا الی احد من ائمۃ الفتوٰی[2] کما بینہ[علہ] العارف باللہ سیدی عبد الوھاب شعرانی فی المیزان واللہ تعالٰی اعلم بمراد اھل العرفان۔

اقول امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللہ تعالٰی ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتوٰی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالٰی اہلِ معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ (ت)

[علہ] آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

[علہ۲] فی فصل فان قال قائل فھل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعۃ المطھرۃ الخ وفی غیرھما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] درمختار باب العیدین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

[2] المیزان الکبرٰی فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲

افادۂ بستم[۱] (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے) جانِ برادر اگر چشم بینا اور گوشِ شنوا ہے تو تصریحاتِ علما درکنار خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق و تدقق راہ نہ پائے ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ بگوشِ ہوش سُنئے اور الفاظِ احادیث پر غور کرتے جائیے، حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارقطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ عزوجل شیئ فیہ فضیلۃ فاخذ بہ ایمانا بہ و رجاء ثوابہ اعطاہ اللہ تعالٰی ذلک وان لم یکن کذلک[۱]

جسے اللہ تبارک و تعالٰی سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالٰی اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دارقطنی کی حدیث میں یُوں ہے:

اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان لم یکن ما بلغہ حقا[۲]۔

اللہ تعالٰی اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابنِ حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

کان منی اولم یکن[۳] (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو)

ابنِ عبداللہ کے لفظ یُوں ہیں:

وان کان الذی حدثہ کاذبا[۴] (اگرچہ اس حدیث کا راوی جُھوٹا ہو)

امام احمد و ابنِ ماجہ و عقیلی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[۱] کنز العمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزءِ حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۹۱
[۲] کتاب الموضوعات باب من بلغہ ثواب علی عمل فعمل بہ دار الفکر ۳/ ۱۵۳
[۳] " " " " " " " " "
[۴] مکارم الاخلاق لابی الشیخ

فرماتے ہیں :

ماجاءکم عنی من خیر قلتہ اولم اقلہ فانی اقولہ وما جاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر[1]

تمھیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہُوں اور جس بُری بات کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ماقیل من قول حسن فانا قلتہ[2]۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یُوں ہے :

خذوابہ حدثت بہ او لم احدث بہ[3]۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔

وفی الباب عن ثوبان مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی :

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یارسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذٰلک الثواب اعطاہ اللہ ذلک الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی و

میں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر باُمید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مرویات ابی ہریرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳۶۷/۲

[2] سنن ابی ماجہ باب اتباع السنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مجتبائی لاہور ص ۴

[3] کنز العمال بحوالہ عق الاکمال من روایۃ الحدیث احدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت ۲۲۹/۱۰

انا قلتہ[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابویعلی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ تعالٰی فضیلۃ فلم یصدق بھالم ینلھا[2]۔ جسے اللہ تعالٰی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔

ابوعمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا:

اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیروونھا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام[3]۔ تمام علمائے محدثین احادیثِ فضائل میں نرمی فرماتے ہیں اُنھیں ہر شخص سے روایت کرلیتے ہیں، ہاں احادیثِ احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہُوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیقِ صحت حدیث و نظافت سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسنِ نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائیگا **اقول** یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنے نہیں۔

فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و نحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و ھذا واضح جدا فتثبت ولا تزل۔ توحدیث کے یہ الفاظ" اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ" اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو(ت)

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی[4] (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

---

[1] فوائد للخلعی

[2] مسند ابویعلی انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القبلۃ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳/ ۳۸۷

[3] کتاب العلم لابن عبدالبر

[4] الصحیح لمسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۵۴

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً اسے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن بی ماشاء"[۱] (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجه الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلة بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنه بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ت)

تیسری حدیث میں یُوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله"[۲] (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) رواہ الامام احمد عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیة عن واثلة رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ وللہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرة۔

افادۂ نوزدہم[۱۹] (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وُہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھُوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمۂ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلك قطعا بانه کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور[۳]۔

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح

کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی

---

[۱] المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبة والانابة مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۴/۲۴۰

[۲] مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ 〃 بیروت ۲/۳۹۱

[۳] مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفة الصحیح 〃 فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب[1] اھ ملخصا۔

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصاً

(تصحیح وتضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس) محقق حیث اطلق[عہ۱] فتح میں فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف[2]۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اُسی[عہ۲] میں ہے:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحًا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذلک، وان الراوی الضعیف اجاد فی ھذا المتن المعین فیحکم بہ[3]۔

ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعاتِ کبیر میں ہے:

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال

محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

عہ۱: مسألۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

عہ۲: مسألۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۷۵، تا ۷۶

[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۸۹

[3] " باب صفۃ الصلاۃ " " " ۱/۲۶۶

کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر[1] المکی۔	اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنھیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب، ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلۃ ونورقلوبنا بانوارہم الجمیلۃ انھیں مقبول و معتمد بناتے اور بصیغ جزم وقطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنھیں علما اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن ووقیعت وجرح واہانت ہوجاتے، حالانکہ العظمۃ للہ وعباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالٰی سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب بما لدیہم فرحون[2]، وربک اعلم بالمھتدین[3]۔	اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان[4] مبارک میں حدیث:

اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم[ع]۔	میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت)

کی نسبت فرماتے ہیں:

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین	اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

ع۔ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ھذہ المیزان ۱۲ منہ (م)۔

---

[1] موضوعات کبیر لملا علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیئ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

[2] القرآن ۲۳/۵۳ و ۳۰/۳۲

[3] القرآن ۶۸/۷ و ۱۶/۱۲۵ و ۶/۱۱۷

[4] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

فھو صحیح عند اھل الکشف[1]

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف الغمۃ[علٰی] عن جمیع الامۃ میں ارشاد فرمایا:

کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی علی طھر قلبہ من النفاق، کما یطھر الثوب بالماء، وکان صلی اللہ تعالٰی یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق، قال شیخنا رضی اللہ تعالٰی عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ رویناھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلاۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلٰی درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم۔[2]

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللہ علٰی محمد" اس نے ستّر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں اُنھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام اُنھوں نے حضور پُرنور سیدالانام علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلٰی درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر اُنھیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف[عہ۲] میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الٰی حضرۃ الحق جل وعلا فکذٰلک یقال فیما

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

عہ۱ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر آخر فصل الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

عہ۲ فصل فی بیان استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتھدین عن الشریعۃ ۱۲ منہ

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعٰی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

[2] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ فصل فی الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۴۵

نقلہ اھل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔[1] اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے ولہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ و قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتا عن میت و اخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت۔[2] تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر الیواقیت والجواھر اٰخر المبحث السابع والاربعین۔ اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیسویں بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ عہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰھیۃ الملکیۃ ونقلہ فی الیواقیت ھنا۔[3] جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰہیۃ الملکیۃ کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتّر[5] بار بیداری میں جمال جہاں آرائے حضور پُرنور سید الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان[4] عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعتہ (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ فی الفصل المذکور قبل ما مر بنحوہ صفحۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شیئ من اقوال المجتہدین الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۵

[2] الیواقیت والجواہر باب الثالث والسابع والاربعین " " " " " ۲/ ۹۱

[3] " " " " " " " " ۲/ ۸۸

[4] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شیئ الخ " " " " ۱/ ۴۴

بمناسبت مقام بحمد اللہ تعالٰی نفع رسانی برادرانِ دین کے لیے حوالۂ قلم ہوا لوحِ دل پر نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ؎

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمی

کثیر وارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکدست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافھم وتثبت ولاتکن من المتعصبین (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سحق بلیغ کرکے چٹنا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا یہی ہے کہ جب تک اس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اس کا استعمال طباً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد ومنافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاقِ تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیقِ محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[1] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادۂ بستم[20] (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبولِ ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورۂ عبارات سابقۂ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی وقوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰی ونیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

---

[1] القرآن ۹/ ۵۲

ان انوارِ متجلیہ کے پرتو سے بطورِ حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگِ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانبِ فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانبِ ترک میں تنزع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کیف وقد قیل[1] (کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک[2]۔ رواہ الامام احمد وابوداود الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم "وصححاہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں"۔ اسے امام احمد، ابوداود طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سندِ قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورثِ شبہہ سے تو کم نہیں تو محلِ احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

[2] مسند احمد بن حنبل مسند اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین دار الفکر بیروت ۱/۲۰۰

حول الحمی یوشك ان ترتع فیه الاوان لکل ملك حمی الاوان حمی الله محارمه[1]

رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے، سُن لو ہر پادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے، سُن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی الله تعالٰی عنهما۔

اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

رجوعهما الی شیئ واحد وهو النهی التنزیهی عن الوقوع فی الشبهات[2]

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلافِ اولٰے ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك کاذبا فعلیه کذبه وان یك صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم[3]

اگر وُہ جھوٹا ہے تو اس کے جھُوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمھیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمھیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب[ع] شریف میں فرمایا:

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة الکتاب والسنة لایلزمنا ردها بل فیها مایدل علیه[4]

ضعیف حدیثیں جو مخالفِ کتاب وسنّت نہ ہوں اُن کا رَد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

ع فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " " ۲۸/۲
[2] فتح المبین شرح اربعین
[3] القرآن ۴۰/۲۸
[4] قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض[عہ] میں فرمایا:

اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذلک فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب[1]۔

یعنی محدثین وفقہا وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط[2]۔

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اُس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[عہ۲] میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلٰوۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاٰکل من اکلہ فی غیر المغرب[عہ۳] والشارب من شربہ

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھو کہ کھانے والا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

عہ: فی شرح الخطبۃ حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث ۱۲ منہ

عہ۲: فی فصل سنن الصلاۃ ۱۲ منہ

عہ۳: قولہ فی غیر المغرب ھکذا ھو فی نسخ الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل ھو مدرج فیہ نعم ھو تاویل من العلماء کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب من شربہ فی المغرب ۱۲ منہ

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ وفائدۃ مہمہ فی شرح الخطبۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۴۲

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب " دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۹۹

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ فی مثل ھذا الحکم[1]
اگرچہ ضعیف[عہ] ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفلیسہ (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم یوم الاربعاء ویوم السبت فاصابہ برص فلا یلومن الا نفسہ[2]
جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہوجائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی[عہ۲] وتعقبات[عہ۳] میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابی یقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان ھذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فقلت تبت یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاک والاستھانۃ بحدیثی[3] (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

عہ امام ترمذی نے فرمایا: ھو اسناد مجھول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عہ۲ اواخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)
کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳ باب الجنائز ۱۲ منہ (م)
باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷-۳۲۶

[2] الکامل لابن عدی من ابتدأ اسمعیل عبداللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۱۴۴۶/۴

[3] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲۱۹/۲

وسلم فانتهبت وقد عافانی اللہ تعالیٰ وذهب ذٰلك عنی[1] — آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

جلیلہ (ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بُلا لا، جب وُہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگالئے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا:

ایاك والاستهانة بحدیثی (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا)

اُنھوں نے منّت مانی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی[2] لآلی[عـه] میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الهازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم من احتجم یوم السبت ویوم الاربعاء فاصابه وضح فلا یلومن الا نفسه قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه، فاحتجمت فاصابنی البرص، فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذهب اللہ مابی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم صحیحا کان او سقیما فاذهب اللہ عنی ذلك البرص[3]۔ (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ جلیلہ سے شروع ہوکر عربی عبارت سے پہلے ختم ہوجاتا ہے)

مفیدہ (بُدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یُوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث

عـه تلو ما مر ۱۲ منہ (م)، لآلی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المرض والطب مطبعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۹

[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″

صحیح نہیں فوراً مبتلا ہوگئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سُنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبرئ الاکمہ والابرص محی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہِ دوجہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگادیا، فوراً اچھے ہوگئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کرونگا (۲)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

قص الاظفار وتقلیمها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البرص، وحکی عن بعض العلماء انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی منامه فشکی الیه فقال له الم تسمع نهیی عنه، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یکفیك انه سمع، ثم مسح بدنه بیده الشریفة، فذهب مابه فتاب عن مخالفة ما سمع[1] اھ۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ "مفیدہ" ص ۴۹۹ سے شروع ہوکر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے)

یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فی بعض الاٰثار النهی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره یوم الاربعاء، فتذکر ذلك، فترك، ثم رای ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصها، فلحقه ای اصابه البرص، فرای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهیی عن ذلك، فقال "یارسول اللہ لم یصح عندی ذلك" فقال

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہوجاتی ہے اور صاحبِ مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نہی والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کردیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنّتِ ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہوگیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفا فصل واما نظافۃ جسمہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۴۴

يكفيك ان تسمع ، ثم مسح صلى الله تعالٰى عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعا، قال ابن الحاج رحمه الله تعالٰى فجددت مع الله توبة انى لا اخالف ما سمعت عن رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ابدًا۔[1]

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : کیا تُو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے ؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی ، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سُن لینا ہی کافی ہے ۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سُبحان اللہ ! جب محلِ احتیاط میں احادیثِ ضعیفہ تو احکام میں مقبول و معمول ، تو فضائل تو فضائل ہیں ، اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقلِ سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں ۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وُہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں ، کاش منکرانِ فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیثِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے ، آمین !

افادۂ بست و کم (۲۱) (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے خاص اس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں)

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محلِ فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے زنہار زنہار اصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو ، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب و تنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے ، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوشِ ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن ۔ مگر ازانجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاحِ حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن ۔

اوّلاً کلمات علمائے کرام میں باآنکہ طبقۃً فطبقۃً اس جوش و کثرت سے آئے ، اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابلِ قبول ۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علما صراحۃً اس کے خلاف ، مثلاً عبارت اذکار و غیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیف حدیث کافی ۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں ۔ اس استحباب و انکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا ، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلٰی و اجل کلام امام ابو طالب مکی ہے اس

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی البیع دار المعرفۃ بیروت لبنان ۴/۲۰۲

میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشھد الہ" (اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

ثالثاً علمائے فقہ وحدیث کا عملدرآمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جابجا انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول مثلاً:

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت برتقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادۂ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادۂ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے:

قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلاۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال[1]

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہوجائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کرلیں بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:

لیس فی ھذا ولا فی شیئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2]

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر میں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] ؍؍ فصل فی الصلاۃ علی المیت ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۹۵

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی قاری۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادۂ ہفدہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں زیور گوش سامعین ہوئے۔ یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سَو دو سَو ایک ادنٰی نظر میں جمع ہوسکتے ہیں، مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہفدہم و بستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلی ندا اُس کی لغویات بتاتے ہیں کما لا یخفی علی اولی النھی (جیسا کہ صاحبِ عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسألہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اوّلاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رَد کردیتا ہے؟ ھذا لا یقول بہ جاھل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کرسکتا۔ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہوکر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہوکر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آئی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول بہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارۃ اخری اظہر واجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ! جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرنا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنیٰ مسئلہ یہی ہیں کہ حدیثِ ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی ۔

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

ثم اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصوف الاوهام ان المسألة تدور بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث، فلا یعنی به الا امتثال ما فیه تعویلا علیه والجری علی مقتضاه نظرا الیه ولابد من هذا القید الاتری ان لو توافق حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر به فی الصحیح لایکون هذا عملا علی الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنی الروایة من دون بیان الضعف، فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایته فی الفضائل مع السکوت عما فیه دون الاحکام لکن هذا المعنی علی تقدیر صحته انما یرجع الی معنی العمل کیف ولا منشأ لایجاب اظهار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن العمل به حیث لا یسوغ فلو لم یسغ فی غیرها ایضا لکان ساؤها فی الایجاب فدار الامر فی کلتا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فی ما دون الاحکام فاتضح ماسند للنابه خامسا وانکشف الظلام هذا هو التحقیق بیدان ههنا رجلین من اهل العلم زلت اقدام اقلامهما فحملا العمل والقبول علی مالیس بمراد ولا حقیقا بقبول۔

(تحقیقِ مقام وازالۂ اوہام)

ثم اقول اب ہم تحقیقِ مقام اور وضاحتِ مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک وشبہات ختم ہوجائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضیٰ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع پر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کئے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب وضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل واحکام دونوں برابر ہوجائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہوگیا اور تاریکی کُھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہلِ علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انھوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابلِ قبول نہیں۔ (ت)

احدهما العلامة الفاضل الخفاجی رحمه الله تعالٰی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوهم بظاهر کلامه ان محله اذا روی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استحبابها والترغیب فیه او فی فضائل بعض الصحابة او الاذکار الماثورة قال ولا حاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توهم للفرق الظاهر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ[1]

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی ہیں انھوں نے محقق دوانی کے رَد کا ارادہ کیا اور انھیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہوگیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہے اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا: احکام واعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان لکلامه معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا او باندراج تحت اصل عام ولو اصالة الاباحة فان المباح یصیر بالنیة مستحبا ونحن لا ننکر ان قبول الضعاف مشروط بذلك کیف ولولاه لکان فیه ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل هذا المعنی لاصاب وسلم من التکرار فی قوله او الاذکار الماثورة لکنه رحمه الله تعالٰی بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد کان المحقق انما عول علی هذا المعنی

اقول کاش فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہوجاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل مدقق بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "اَو الاذکار الماثورۃ" کے تکرار سے محفوظ ہوجاتے، لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

---

[1] نسیم الریاض تتمۃ وفائدۃ مہمۃ فی الخطبۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۳

الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیۃ عبادۃ فکیف ما فیہ شبھۃ الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیۃ الدالۃ علی استحباب الاحتیاط فی امر الدین فلم یثبت شیئ من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبھۃ الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل بہ فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع[1] ملخصا فالظاھر من عدم ارتضائہ انہ یرید الثبوت عینا بخصوصہ ویؤیدہ تشبثہ بالفرق بین الاعمال وفضائلھا فان ارادہ فھذہ جنود براھین لا قبل لاحدبھا وقد اتاک بعضھا۔

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب میں حدیثِ ضعیف کی وجہ سے شبہہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امردین میں احتیاطاً استحباب پر دال ہیں، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہہ پیدا کردے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کا علم قواعد شرع سے معلوم ہوا ہے اھ ملخصاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے ثبوت سے مراد صرف عینی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انھوں نے یہی مراد لیا ہے تو دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عہ ویکدرہ ایضا علی ما قیل مغایرۃ العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علی ما ھو الظاھر من کلامھم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترھیب وسائر مالا تعلق لہ بالاحکام والعقائد ھذا توضیح ما قیل، **اقول** بل المراد بہ بفضائل الاعمال الاعمال التی ھی فضائل تشھد بذلک کلمات العلماء المارۃ فی الافادۃ السابعۃ عشر کقول الغنیۃ والقاری والسیوطی وغیرھم کما لایخفی علی من لہ ادنی مسکۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب ایک شئے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام و عقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے **اقول** (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائلِ اعمال ہیں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترھویں افادہ میں گزرا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنیٰ سا شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

علی انی **اقول** اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیہ بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب فالاٰن نسألکم عن ھذا الرجاء اھو کمثلہ بحدیث صحیح ان ورد ام دونہ الاول باطل فان صحۃ الحدیث بفعل لایجبر ضعف ما ورد فی الثواب المخصوص علیہ وعلی الثانی ھذا القدر من الرجاء یکفی فیہ الحدیث الضعیف فای حاجۃ الٰی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان یکون ممایجیز الشرع رجاء الثواب علیہ و ھذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب او مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجہ مع المحقق الدوانی واللہ تعالٰی اعلم۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پُوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وُہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو اب واضح ہوگیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثانیھما بعض من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی ای بما مر من کلامہ فی الاربعین والاذکار انہ اذا ثبت حدیث صحیح او حسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال تجوز روایۃ الحدیث الضعیف فی ھذا الباب قال المحقق بعد نقلہ فی الانموذج لایخفی ان ھذا لایرتبط بکلام النووی فضلا عن ان یکون مرادہ ذلک، فکم بین جواز العمل واستحبابہ وبین مجرد نقل الحدیث فرق، علی انہ لولم یثبت الحدیث الصحیح و

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ یہ انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل واستحباب عمل اور محض نقل حدیث

الحسن فی فضیلۃ عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث الضعیف فیھا، لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ ومثل ذلک فی کتب الحدیث وغیرہ شائع یشھد بہ من تتبع ادنی تتبع اھ[1]

کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتبِ حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے اھ (ت)

اقول لا اری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتھی فی الغباوۃ الی حد یحیل روایۃ الضعاف مطلقا حتی مع بیان الضعف فان فیہ خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بینا لجمیع المحدثین وانما المراد الروایۃ مع السکوت عن بیان الوھن فقول المحقق لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ، لیس فی محلہ والآن نعود الی تزییف مقالتہ فنقول **اولاً** ھذا الذی ابدی ان سلم وسلم لم یتمش الا فی لفظ القبول کما اشرنا الیہ سابقا فمجرد روایۃ حدیث لو کان عملا بہ لزم ان یکون من روی حدیثا فی الصلاۃ فقد صلی او فی الصوم فقد صام وھکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا الکتابین انما ھو لفظ العمل وھذا ما اشار الیہ الدوانی بقولہ ان ھذا لا یرتبط الخ

اقول میں ایسے کسی اہلِ علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے، لہذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست ہے لہذا محقق دوانی کا قول "لاسیما مع التنبیہ علی ضعفہ" بجا نہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں:

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگرچہ صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر قبولِ حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کرنے والے نے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان ھذا لا یرتبط الخ

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

وثانیاً اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذٍ یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مع ما تقدم۔

وثالثاً اذن یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیها روایة الضعاف اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللھم الا مقرونة ببیان الضعف اما ما دونها کالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیه بخصوصه والا لا الا ببیان وح ماذا یصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترھیب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوھن وھذا ما اشار الیه الدوانی بالعلاوة۔

اقول دع عنك توسع المسانید التی تسند کل ما جاء عن صحابی، والمعاجیم التی توعی کل ما وعی عن شیخ بل والجوامع التی تجمع امثل ما فی الباب وردہ ان لم یکن صحیح السند ھذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحه **حدثنا** علی بن عبداللہ بن جعفر ثنا معن بن عیسٰی ثنا اُبی بن عباس بن سھل عن ابیه عن جده

ثانیاً میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لیے "خامساً" سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکورہ گفتگو کے کافی ہے۔

ثالثاً اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کردیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیانِ ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزارہا کتب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیَر، واقعات، وعظ، ترغیب و ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے "علاوۃ" کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں وارد شدہ احادیث میں اعلٰی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسٰی نے حدیث بیان کی ہمیں ابی بن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی فرمایا

قال کان للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حائطنا فرس یقال لہ اللحیف[1] اھ فی تذھیب التھذیب للذھبی ابی بن عباس بن سھل بن سعد الساعدی المدنی عن ابیہ وابی بکر بن حزم وعنہ معن القزاز وابن ابی فدیك وزید بن الحباب وجماعۃ[3] قال الدولابی لیس بالقوی قلت وضعفہ ابن معین وقال احمد منکر الحدیث[4] اھ وکقول الدولابی قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی الکتابین توثیقہ عن احد وبہ ضعف الدارقطنی ھذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیہ ضعف[عہ] قال مالہ فی البخاری غیر حدیث واحد[5] اھ قلت فانما الظن بابی عبد اللہ انہ انما تساھل لان الحدیث

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا اھ امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ اُبی بن عباس بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابوبکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

عہ قلت واما اخوہ المھیمن فاضعف واضعف ضعفہ النسائی والدارقطنی وقال البخاری منکر الحدیث ای فلا تحل الروایۃ عنہ کما مر لاجرم ان قال الذھبی فی اخیہ ابی انہ واہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہیمن ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے بھائی اُبی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۰

[2] "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

[3] خلاصۃ تذہیب التہذیب ترجمہ ۳۲۷ من اسمہ ابی مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/۶۲

[4] میزان الاعتدال فی نقد الرجال ترجمہ ۲۷۳ من اسمہ ابی دار المعرفۃ بیروت ۱/۷۸

نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے یہ نقل کیا گیا ہے۔

[5] تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۷

لیس من باب الاحکام واللہ تعالٰی اعلم۔ بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوعبداللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انھوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ورابعًا اقول قدشاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواھد فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح یرتفع الفرق وینھدم اساس المسئلۃ المجمع علیھا بین علماء المغرب والمشرق، لااقول عن ھذا اوذاک بل عن ھذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطھما فی غیر الاصول قال الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمہ اللہ تعالٰی بروایتہ فی صحیحہ عن جماعۃ من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقۃ الثانیۃ الذین لیسوا من شرط الصحیح ولاعیب علیہ فی ذلک بل جوابہ من اوجہ ذکرھا الشیخ الامام ابوعمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی ان یکون ذلک واقعا فی المتابعات والشواھد لافی الاصول وذلک بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیھا بعض الضعفاء علی وجہ التاکید بالمتابعۃ اولزیادۃ فیہ تنبہ علی فائدۃ فیما قدمہ وقد اعتذر الحاکم ابوعبداللہ بالمتابعۃ والاستشھاد فی اخراجہ من جماعۃ لیسو من شرط

رابعًا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقًا روایت کرنے کو منع کرنا صریحًا باطل ہے، اور اس صورت میں فرق مرتفع ہوجاتا ہے اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماءِ مشرق ومغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہوجاتی ہے یہ میں اس یا اُس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ بخاری ومسلم کی صحیحین کہ وہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انھوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنھیں امام ابوعمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنھیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

2

الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبد اللّٰه بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباه لهم کثیرین انتهی[1] وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد[2] اھ

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیہ بن الولید، محمد بن اسحٰق بن یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہٰی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

وخامسا اقول مالی اخص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر مقنطرة من السقام مرویة فی الاصول والاحکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وکم منهم التزموا بیان ماهنا، اما الرواة فلم یعهد منهم الروایة المقرونة بالبیان اللهم الا نادرا لداع خاص، وقد اکثروا قدیما وحدیثا من الروایة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذلك قدحا فیهم ولا ارتکاب مأثم وهذا سلیمٰن بن عبد الرحمٰن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر اصول و شواہد متابعات سے مختص کرنے کی مجھے کیا ضرورت جبکہ کمزور اور غیر صحیح روایات کا ایسا ایک ذخیرہ ہے جو اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً وخلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے رہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

---

[1] المقدمة للامام النووی من شرح صحیح مسلم فصل عاب عائبون مسلماً رحمہ اللہ تعالٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] المقدمة للعینی صحیح بخاری الثامنة فی الفرق بین الاعتبار والمتابعة الخ 〃 بیروت ۱/۸

اروی الناس عن الضعفاء والمجھولین اھ[1] ولوسردت اسماء الثقات الرواۃ عن المجروحین لکثر وطال فلیس منھم من التزم ان لایحدث الاعن ثقۃ عندہ الانزر قلیل کشعبۃ ومالك واحمد فی المسند ومن شاء اللہ تعالٰی واحدا بعد واحد ثم ھذا ان کان ففی شیوخھم خاصۃ لامن فوقھم والاسماق من طریقھم ضعیف اصلا ولکان مجرد وقوعھم فی السند دلیل الصحۃ عندھم اذاصح السند الیھم ولم یثبت ھذا لاحد وھذا الامام الھمام یقول لابنہ عبداللہ لواردت ان اقتصر علی ماصح عندی لم ارومن ھذا المسند الا الشیئ بعد الشیئ ولکنك یابنی تعرف طریقتی فی الحدیث انی لا اخالف مایضعف الا اذاکان فی الباب شیئ یدفعہ[2] ذکرہ فی فتح المغیث واما المصنفون

امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اھ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنھوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اکا دکا جس کو اللہ تعالٰی نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجانا صحت حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبداللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا' مگر اے میرے بیٹے! تو روایتِ حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شیئ مل جائے جو اسے

عہ اواخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منہ (م)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبدالرحمان الدمشقی ۳۴۸۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳

[2] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۹۶

فاذا عدوت امثال الکتب الثلثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبیان الفیت عامة المسانید والمعاجیم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوی فی کل باب علی کل نوع من انواع الحدیث من دون بیان، وھذا مما لا ینکرہ الا جاھل او متجاھل فان ادعی مدع انھم لا یستحلون ذلك فقد نسبھم الی اقتحام مالا یبیحون وان زعم زاعم انھم لا یفعلون ذلك فھم بصنیعھم علی خلفه شاھدون وھذا ابوداود الذی الین له الحدیث کما الین لداود علیه الصلاة والسلام الحدید، قال فی رسالته الی اھل مکة شرفھا الله تعالٰی ان ماکان فی کتابی من حدیث فیه وھن شدید فقد بینته ومنه مالا یصح سندہ وما لم اذکر فیه شیئا فھو صالح وبعضھا اصح من بعض[1] اھ والصحیح ما افادہ الامام الحافظ ان لفظ صالح فی کلامه اعم من ان یکون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فھو بالمعنی الاول وما عداھما فھو بالمعنی الثانی وما قصر عن ذلك فھو الذی فیه وھن شدید[2] اھ وھذا الذی یشھد به

رد کرتے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنھوں نے صحت و بیان کا التزام کر رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزا کے ہر ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کرسکتا ہے اور اگر کوئی دعوٰی کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وُہ جائز نہ سمجھتے تھے اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابوداؤد کو ہی لیجئے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کردی گئی جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے لوہا نرم ہوجاتا تھا، اہل مکہ شرفہا اللہ تعالٰی کی طرف خط میں لکھا میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کردیا ہے، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اھ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

---

[1] مقدمہ سنن ابی داؤد، فصل ثانی — آفتاب عالم پریس، لاہور — ص ۴

[2] ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر مقدمۃ کتاب — دار الکتاب العربی بیروت — ۸/۱

الاقم فعليك به وان قيل وقيل[عـه] وقد نقل عن اعلام سير النبلاء للذهبي ان ما ضعف اسناده لنقص

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف شدید ہے اھ نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر یہی لازم ہے اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

عـه اى قيل حسن عنده واختاره الامام المنذرى وبه جزم ابن الصلاح فى مقدمته وتبعه الامام النووى فى التقريب اى وقد لا يكون حسنا عند غيره كما فى ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومشى عليه الامام الزيلعى فى نصب الراية عند ذكر حديث القلتين وتبعه العلامه حلبى فى الغنية فى فصل فى النوافل وكذلك يقال ههنا انه قد لا يصح عند غيره بل ولا يحسن اما الامام ابن الهمام فى الفتح اول الكتاب وتلميذه فى الحلية قبيل صفة الصلاة فاقتصرا على الحجية وهى تشملهما فيقرب من قول من قال حسن وهذا الذى ذكره الحافظ وتبعه فيه العلامة القسطلانى فى مقدمة الارشاد وخاتم الحفاظ فى التدريب[1] فى فروع فى الحسن قال لكن ذكر ابن كثير انه روى عنه ما سكت عنه فهو حسن فان صح ذلك فلا اشكال اھ اقول لقائل ان يقول ان للحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذكروه وانما الترمذى هو الذى شهره وامره فايد ربنا انه ان صح عنه ذلك لم يرد به الا هذا الذى استقر عليه الاصطلاح فافهم والله تعالى اعلم ۱۲ منه (م)

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الرایہ میں قلتین والی حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں صفۃ الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجراء کیا پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہوجائے تو انہوں نے اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ حسن جس پر اصطلاح قائم ہوچکی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶۸

حفظ راویہ فمثل ھذا یسکت عنہ ابوداود غالبا[1] الخ و معلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعہ الاحکام وقد قال فی رسالتہ انما لم اصنف کتاب السنن الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزھد وفضائل الاعمال وغیرھا[2] الخ وقال الشمس محمد السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحہ للترمذی قول السلفی علی مالم یقع التصریح فیہ من مخرجھا وغیرہ بالضعف فیقتضی کما قال الشارح فی الکبیر ان ماکان فی الکتب الخمسۃ مسکوتا عنہ ولم یصرح بضعفہ ان یکون صحیحا ولیس ھذا الاطلاق صحیحا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیھا الترمذی او ابوداود ولم نجد لغیرھم فیھا کلاما و مع ذلک فھی ضعیفۃ[3] الخ وقال فی المرقاۃ الحق ان فیہ" ای فی مسند الامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ" احادیث کثیرۃ ضعیفۃ و بعضھا اشد فی الضعف من بعض[4] الخ و نقل بعیدہ عن شیخ الاسلام الحافظ انہ قال لیست الاحادیث الزائدۃ فیہ علی مافی الصحیحین باکثر ضعفا من الاحادیث الزائدۃ فی سنن ابی داؤد

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلاء سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں الخ اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے نہیں الخ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں اھ اور مرقات میں فرمایا: حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہا کہ اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں) صحیحین پر جو زائد احادیث

[1] سیر اعلام النبلاء ترجمہ ۱۱۷ ابوداؤد بن اشعث مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳ / ۲۱۴
[2] رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التی تتعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱ / ۵
[3] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن، دار الامام الطبری بیروت ۱ / ۱۰۰ و ۱۰۱
[4] مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱ / ۲۳

والترمذی علیها و بالجملة فالسبیل واحد
لمن اراد الاحتجاج بحدیث من السنن
لاسیما سنن ابن ماجة و مصنف ابن ابی شیبة
وعبد الرزاق مما الامر فیه اشد او بحدیث
من المسانید لان ھذہ کلھا لم یشترط جامعوھا
الصحة والحسن وتلك السبیل ان المحتج
ان کان اھلا للنقل والتصحیح فلیس له ان
یحتج بشیئ من القسمین حتی یحیط به وان
لم یکن اھلا لذلك فان وجد اھلا لتصحیح
او تحسین قلدہ والا فلا یقدم علی
الاحتجاج فیکون کحاطب لیل فلعله یحتج
بالباطل وھو لایشعر[1] وقال الامام
عثمٰن الشھرزوری فی علوم
الحدیث حکی ابوعبد اللّٰه بن مندة
الحافظ انه سمع محمد بن سعد
الباوردی بمصر یقول کان من
مذھب ابی عبد الرحمٰن النسائی
ان یخرج عن کل من لم یجمع
علی ترکه، وقال ابن مندة وکذلك
ابوداؤد السجستانی یاخذ ماخذہ
ویخرج الاسناد الضعیف اذا لم
یجد فی الباب غیرہ لانه اقوی عندہ
من رای الرجال[2] وفیھا بعیدہ ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبدالرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت وحسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل وتصحیح کا اہل ہے
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح وتحسین کا اہل ہے
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہوسکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کرلے اور اسے اس کا شعور نہ ہو۔ اور
امام عثمان شہرزوری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابوعبداللہ
بن مندہ حافظ نے بیان کیا کہ انھوں نے مصر میں محمد بن سعد
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابوعبدالرحمٰن نسائی کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو" اور ابن مندہ نے کہا،
اسی طرح ابوداؤد سجستانی اس کے ماخذ کو لیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳
[2] مقدمۃ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

فی التقریب والتدریب وھذا لفظھما ملخصا
اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد
الطیالسی وغیرھما من المسانید کمسند عبید اللہ
بن موسٰی واسحٰق بن راھویہ والدارمی و
عبد بن حمید وابو یعلی الموصلی والحسن
بن سفین وابی بکر البزار فھؤلاء عادتھم ان
یخرجوا فی مسند کل صحابی ما ورد من حدیثہ
غیر مقیدین بان یکون محتجا بہ اولا[1] الخ
وفیہ اعنی التدریب قیل ومسند البزار یبین فیہ
الصحیح من غیرہ قال العراقی ولم یفعل ذلک الا
قلیلا[2] وفی البنایۃ[عہ۱] شرح الھدایۃ للعلامۃ الامام
البدر العینی الدارقطنی کتابہ مملوء من الاحادیث
الضعیفۃ والشاذۃ والمعللۃ وکم فیہ
من حدیث لا یوجد فی غیرہ[3] اھ
وذکر اشد منہ للخطیب ونحوہ للبیہقی
وفی فتح المغیث[عہ۲] یقع ایضا فی
صحیح ابی عوانۃ الذی عملہ
مستخرجا علی مسلم احادیث

رائے وقیاس سے قوی ہے اھ اور اس میں تھوڑا سا
بعد میں ہے پھر تدریب وتقریب میں ہے اور یہ الفاظ
ملخصاً ان دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابو داؤد
طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر مسانید مثلاً مسند عبید اللہ
بن موسٰی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند
عبد بن حمید، مسند ابویعلی موصلی، مسند حسن بن سفیان،
مسند ابوبکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے کہ مسند میں
ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کردیتے ہیں اس قید سے
بالاتر ہو کر کہ قابلِ استدلال ہے یا نہیں الخ اور اس
یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار وہ ہے جس میں
احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے
ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدرالدین

عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے کہ دارقطنی کی
کتاب احادیثِ ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پُر ہے اور
بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر میں
نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لیے اس سے بڑھ کر
شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بیہقی کے لیے ہے اور
فتح المغیث میں ہے کہ صحیح ابوعوانہ جو مسلم پر احادیث کا

عہ۱ فی مسئلۃ الجہر فی البسملۃ ۱۲ منہ (م)
عہ۲ فی الصحیح الزائد علی الصحیحین ۔ (م)

بسم اللہ کو جہراً پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

۱؎ تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ المسانید من الصحۃ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۷۱
۲؎ " " " " اول من صنف مسندا " " " " ۱/ ۱۷۴
۳؎ البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱/ ۶۲۸

كثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز في الحكم عليها ايضا[1] اه نصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اوردنا كاف في ابانة ما قصدنا و بالجملة فرواياتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من كلمات بعض الجلة ، والحمد لله على كشف الغمة وتثبيت القدم في الزلة فاستبان ان لو كان المراد ما زعم هذا الذي نقلنا قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والضعاف قد انعدمت والمسألة الاجماعية من اساسها قد انهدمت

هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد رووا الضعيف ساكتين في الاحكام ايضا عند وجود الصحيح فاين الفرق وان لم يوجد فالامر اشد **فان** التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانيد

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہئے اھ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشاندہی کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلّم ہے، نہ اسے رد کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دور کر دی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف کے درمیان تفریق ختم ہو گی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التشقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

---

[1] فتح المغیث الصحیح الزائد علی الصحیحین دار الامام الطبری بیروت ۱/۴۲

من البیان ای فلو یوجد منهم روایة الضعاف فی الاحکام الامقرونة؛

قلت اولاً هذا شیئ قد یبدیه بعض العلماء عذرا عمن روی الموضوعات ساکتا علیها ثم هم لا یقبلون ـ قال الذهبی[عـــه۱] فی المیزان کلام ابن مندة فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایته ولا اقبل قول کل منهما فی الاخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها[1] اھ وقد قال العراقی[عـــه۲] فی شرح الفیته ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذ احال ناظره علی الکشف عن سنده وان کان لا یجوز له السکوت علیه[2] اھ

ثانیاً، لا یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الا مسندة فهذا البیان لم تنفك عند احادیث الفضائل ایضاً فما اذا تساهلوا فی هذا دون ذلك ـ

قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اسکے جواب میں:

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایاتِ موضوعہ کو سکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشاندہی نہیں کی اھ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لیے اس پر سکوت جائز نہ تھا اھ

ثانیاً: ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسند احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیثِ فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

عـــه۱: فی احمد بن عبد اللّٰه ۱۲ منہ (م)

عـــه۲: نقله فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیهات ۱۲ منہ رضی اللّٰه عنہ (م)

عـــه۱: احمد بن عبداللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)

عـــه۲: اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۴۳۸ احمد بن عبداللہ ابونعیم الخ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

[2] تدریب الراوی شرح التقریب المعروفون بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

ثالثاً: لوکان الاسناد ھو البیان المراد لاستحال روایۃ شیئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایۃ لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقۃ الروایۃ نقل السنۃ ونحوھا واسناد ذٰلك الی من عزی الیہ بتحدیث واخبار وغیر ذٰلك[1] اھ و قال[عه1] الزرقانی تحت قول المواھب روی عبدالرزاق بسندہ الخ بسندہ ایضاح والا فھو مدلول روی[2] اھ وقال[عه2] ایضا تحت قولہ روی الخطیب بسندہ ایضاح فھو عندھم مدلول روی[3] اھ واذا انتھی الکلام بنا الی ھنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق اللہ تعالٰی علی ماھو مرادنا فلنعد الی ماکنا فیہ حامدین للہ تعالٰی علی مننہ الجزیلۃ الی کل نبیہ و مصلین علی نبیہ الکریم واٰلہ وصحبہ وسائر محبیہ۔

ثالثاً: اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنّت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں نے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی ہے وغیرہ ذٰلک اھ زرقانی نے مواہب کی عبارت "روی عبدالرزاق بسندہ الخ" کے تحت کہا کہ بسندہ کا لفظ صرف وضاحت کے لیے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے اھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسندہ" کے تحت یہی بات زرقانی نے کہی کہ "بسندہ" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اھ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہوچکی تو اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کا اعلٰی درجہ پختہ ہوگیا اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالٰی کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں اور صلاۃ وسلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل واصحاب اور باقی محبین پر۔ (ت)

افادہ بست و دوم ۲۲ (ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا دربارۂ احکام آ

عه۱: اوائل الکتاب عند ذکر خلق نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

عه۲: فی ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب خطبۃ المؤلف / وفیہا فوائد / حد علم حدیث مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۰

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ مصر ۱/ ۵۵

[3] " " " " " ذکر تزوج عبداللہ آمنہ " " " " ۱/ ۱۳۳

حجت بنانا نہیں) جس نے افاداتِ سابقہ کو نظرِ غائر و قلبِ حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیثِ ضعیف سے فضائلِ اعمال میں استحباب یا محلِ احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امرِ مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکمِ اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعدِ قطعیہ شرعیہ وارشادِ اقدس "کیف وقد قیل" وغیرہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیورِ گوش سامعان ہُوئی حدیثِ ضعیف اس نظر سے کہ ضعفِ سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہُوئی، آگے حکمِ استحباب و کراہت اُن قواعدِ صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرعِ مطہر نے جلبِ مصالح و سلبِ مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکامِ مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائلِ صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیثِ ضعیف سے **اقول** تاہم از انجا کہ ورودِ ضعیف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکانِ صحت ترجی و احتیاط کا ذریعہ ہُوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبتِ اثبات کردیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق ہاں اگر دلائلِ شرعیہ سے ایک امرِ کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیثِ ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیثِ مجروح میں خاص طلوع وغروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیثِ ضعیف سے ثابت کریں گے اور ضعاف صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائلِ شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفیدِ حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیثِ ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بحمداللہ یہ معنی ہیں کلامِ علماء کے کہ حدیثِ ضعیف دربارۂ احکامِ حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول اصل یہ ہے کہ مثبت وُہ جو خلافِ اصل کسی شَے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابقِ اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاجِ اثبات ہوگا ولہذا شرعِ مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلافِ اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج ومضار وخبائث تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیثِ ضعیف سے استناد کرنا حلتِ غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادة السابقة عن المحقق الدوانی، وھذا ھو معنی ما نص علیہ الامام ابن دقیق العید و سلطن العلماء عزالدین بن عبد السلام وتبعھما شیخ الاسلام الحافظ ونقلہ تلمیذہ السخاوی

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادۂ سابقہ میں محقق دوانی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفی قول البدیع والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنہاج النووی، ستتہم من الشافعیۃ، ثم اثرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی الدر المختار واقراہ ھما ومحشو الدر الحلبی والطحطاوی والشامی فیہا وفی منحۃ الخالق خمستہم من الحنفیۃ، من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام وھو اذا حققت لیس بتقیید زائد بل تصریح بمضمون ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد والاحکام، کما اوضحناہ لک وبہ ازداد انزھاقا بعد انزھاق ما ظن الظان من ان الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح، کیف ولو کان کذلک لما احتیج الی ھذا الاشتراط کما لایخفی واللہ الہادی الی سوی الصراط۔

فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ شوافع میں سے ہیں، پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں اور محقق و مدقق العلائی نے درمختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور درمختار کے محشین حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منحۃ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کردیا ہے اور اس سے ان دو علما کا خوب رد ہوگیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہوسکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور اللہ تعالٰی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز محض مغالطہ فریب دہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت تو قائم رکھنا بدرجہ اولٰی ولکن الوھابیۃ لایسمعون واذا سمعوا لایعقلون رب انی اسألک العفو و

العافیۃ اٰمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

افادۂ بست وسوم[۲۳] (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اولاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر[۱] والفیہ عراقی و شرح الفیۃ للمصنف میں تحا غیر الموضوع[۱] (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ماسوی الموضوع[۲] (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع[۳] (موضوع نہ ہو۔ ت) حلیہ میں الذی لیس بموضوع[۴] (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعاً[۵] (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یروونہا عن کل[۶] (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح[ع۱] مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعاً[۷] (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ حلبی سیرۃ[ع۲] الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

ع۱: ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے، وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)

ع۲: نقل ھذا و ما سیاتی عن عیون الاثر بعض الاثریین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۳

[۲] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹

[۳] مقدمہ سید شریف

[۴] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۵] الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷

[۶] کتاب العلم لابن عبدالبر

[۷] شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۱/ ۱۴۲

لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم و الضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا[1]۔

واضح رہے کہ اصحابِ سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلا یا تدلیس بود باوجود صدق و دیانت منجبر میکردد بتعدد طرق و اگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول الخ[2]

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سُوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعددِ طرق سے پُوری ہوجاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتہامِ کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعددِ طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے ائمہ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکہ یحیٰی وابن مھدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروك (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحیٰی اور ابن مہدی نے ترک کردیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متھم بالکذب ورمی بالرفض[3] (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

---

[1] انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳

[2] شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۲

[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت) بااینہمہ عامۂ کتب سیر و تفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں اُنھیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفیٰن وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ فی التفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر[1]

ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلقہ روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

غالب مایروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم و ما یجری مجری ذلک مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لایحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذلک الامام احمد[2]

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عرب کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہلِ اثر نے چنین وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعۃ علمہ[3] (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر[4] (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بااینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعۃ

جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء" میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعۃ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۵۵۸
[2] عیون الاثر ذکر الاجوبہ عمار می بہ مطبوعہ دار الحضارۃ بیروت ۱/۲۴
[3] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۳۱۲-۱۳
[4] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹

بھی انھیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کما لا یخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کُتب کا مطالعہ کیا ہے۔ت) میزان میں ہے:

کان الی حفظه المنتهی فی الاخبار و السیر و المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقه وغیر ذلک[1]۔

یہ اخبار و احوال، علمِ سیر و مغازی، حوادثاتِ زمانہ اور اس کی تاریخ اور علمِ فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔(ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابنِ حبان نے کہا روی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اشیاء موضوعة (انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انھیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلّتِ مذکورہ درج موضوعات کیا اُس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائلِ اعمال کی ہے سوا اُسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیثِ فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادہ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم به الحجة عندنا اذ اوثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفه ایاه اھ وقال فی فصل فی الآثار قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابه المغازی والسیر من ضعفه و من وثقه ورجح توثیقه وذکر الاجوبة عما قیل فیه[2] اھ ۱۲ منہ (م)

کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا ہمارے نزدیک حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور "فصل فی الآثار" میں کہا کہ امام ... کے بارے میں ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال نمبر ۷۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/ ۶۶۳

[2] و [3] فتح القدیر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر ۱/ ۶۹ و ص ۹۶

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیہ ۔

خامسًا اور سُنیے وضو کے بعد انا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابو اللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہُوا وہی جواب فرمایا کہ فضائلِ اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی من ھذہ الجملۃ فاجاب بما نصہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابو اللیث نفع اللہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شیئ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامن قولہ ولا من فعلہ اھ[1]

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وُہ احادیث جن کو امام ابو اللیث "اللہ تعالٰی ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے" نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہو اھ (ت)

سادسًا یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام ابو عثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا : احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ[2] (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا : ھذا حدیث غریب الاسناد

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱/۸۱

والمتن وھوفی المعجزات حسن[1] (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب باایں ہمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرٰی، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو اللّٰہ وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت[2] (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب[3] (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیا[4] جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے وھذا الاخیر قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ (یہ آخری انتہاء پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کردیا وہ اہلِ فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث و دلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارا یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سُنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدتِ ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی، شامی[عہ] نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا:

عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م) (شامی نے مستحبات الوضو میں فرمایا ۱۲ منہ۔ ت)

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد والمتن المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۵۴

[2] کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابیض دار الفکر بیروت ۳/۴

[3] تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۱۵

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۱۵

شدید الضعف ھو الذی لا یخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متھم بالکذب[1]۔

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو۔

یہاں صرف انھیں دو کو شدتِ[ع] ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ[2]۔

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متہم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ[3]۔

حدیث میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور متہمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

ع وھکذا عزا بعض العصریین وھو المولوی عبد الحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ما ذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاول عدم شدۃ ضعفہ بحیث لا یخلو طریق من طرقہ من کذاب او متھم بالکذب الخ **اقول** لکن ستسمعك نص التدریب والقول البدیع فیظھر لك ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے "ظفر الامانی" میں "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے تمام طرق کذاب اور متہم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ **اقول** ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد ہوئی ہے غور کرنا چاہئے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] ردالمحتار مستحبات الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۵

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی " دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۸

[3] نسیم الریاض شرح الشفاء مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۳

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتا دیا، تحدیدِ اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علما حدیث کذابین و متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انھیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جمہور علما و خود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ ابعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کرچکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افاداتِ سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں اُن پر صرف انقطاع یا جہالتِ راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعفِ قریب نہ ضعف شدید والحمد للہ العلی المجید" ھذا" (اسے یاد رکھو۔ت)

ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث، کلاماً یتعلق بالمقام احببت ایرادہ اتماماً للمرام، فذکرت اولا ما عن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلماء ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمامِ مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحطاوی سے اور انہوں نے ابنِ حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبۃ، ولتحدید ما مر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسہ لکن یظھر لی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ھھنا ذکر التفرد وفیما سبق قال" لایخلو طریق من طرقہ، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والتھمۃ لایقبل عندہ فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فیبلغ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمۃ فانہ وان کثرطرقہ التی لاتقوقہ بان لایخلو

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طُرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابلِ قبول نہیں لیکن جب وہ کثرتِ طُرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

شیٔ منها عن کذاب او متهم لایبلغ تلك الدرجة، ولا یعمل به فی الفضائل، وهذا هو الذی یعطیه کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیه ضعف شدید مطلقا ولو بغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی کثرة الطرق، لکنه یخالفه فی خصلة واحدة، وهو حکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضا کما تقدم، وهو کما تری مخالف لصریح ما نقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جمیعا لنقل الامام النووی عنهم کافة، فانهم لم یشترطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولاغیرها سوی ان لایکون موضوعا، فصریح ما یعطیه کلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا وان تفرد ولم یکثر طرقه، فافهم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وزلل، والله المسئول لکشف الحجاب، وابانة الصواب الیه المرجع والیه المآب اھ، ما اردت نقله مما علقته علی الهامش.

آجائیگی پس اب وُہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرتِ طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابلِ عمل ہوسکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرتِ طرق پر موقوف کیا وہاں شدتِ ضعف مطلق مراد ہے خواہ وُہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی جہاں انہوں نے ضعف بالکذب میں بھی کثرتِ طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحۃً خلاف ہے، بہرصورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ مؤقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا مؤقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہوسکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طرق وغیرہا کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وُہ موضوع نہ ہو۔ ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام مخفی ہے اور غلط فہمی پیدا کرسکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالٰی سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

فان قلت هذا قید زائد افاده

اگر اعتراض کے طور پر کہے کہ امام شیخ الاسلام

امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعًا للتخالف بين النقلين **قلت** نعم لولا ان ماذكروا من الدليل عليه لايلائم سريان التخصيص اليه، وكيف نص بما انشاشدهم يفعلون يرون شدة الضعف ثم يقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجميل فهو ان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل۔

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہوسکتا ہے **قلت** (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پاکر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرتِ طرق) کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قواعد شرح جمیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدة جليلة

(فائدة جليلة في احكام انواع الضعيف وانجبار ضعفها) هذا الذي اشرت اليه من كلام السخاوي انما المتقدم هو قوله مع متنه في بيان الحسن، ان يكن ضعف الحديث لكذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اكثر او قوي الضعف لغيرهما فلم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يرتقي عن مرتبة المردود المنكر الى مرتبة الضعيف الذي يجوز العمل به في الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق التي فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجيئ ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيا بها الى مرتبة الحسن لغيره[1] ملخصا۔

فائدہ جلیلہ

(ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور انکی کمی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ مع متن، حدیث حسن کے بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طرق سے بھی ختم نہیں ہوسکتا، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود ومنکر کے مرتبہ سے ترقی کرکے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لیے مقبول ہوجاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/۸۳

معمولی کمزور طریقے جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وُہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہوجاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

ورأیتنی علقت علیه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقرر وتحرر ههنا مع
زیادات نفیسة منا ان الموضوع لا یصلح
لشیئ اصلا ولا یلتئم جرحه ابدا ولو کثرت
طرقه ما کثرت، فان زیادة الشر لا یزید
الشیئ الا شرا، وایضا الموضوع کالمعدوم و
المعدوم لا یقوی ولا یتقوی، ومنه عند جمع
منهم شیخ الاسلام ما جاء بروایة الکذابین
وعند اٰخرین منهم خاتم الحفاظ ما اتی من
طریق المتهمین، وسوّٰھما السخاوی
بشدید الضعف الاٰتی لذهابه الی ان الوضع
لا یثبت الا بالقرائن المقررة ان تفرد به
کذاب او وضاع کما نص علیه فی هذا الکتاب،
وهو عندی مذهب قوی اقرب الی الصواب،
اما الضعف بغیر الکذب والتهمة من ضعف
شدید مخرج له عن حیز الاعتبار کفحش
غلط الراوی فهذا یعمل به فی الفضائل علی
ما یعطیه کلام عامة العلماء، وهو الاقعد
بقضیة الدلیل والقواعد، لا عند شیخ
الاسلام علی احدی الروایات عنه ومن
تبعه کالسخاوی الا اذا کثرت طرقه الساقطة
عن درجة الاعتبار فح یکون مجموعها
کطریق واحد صالح له فیعمل بها فی الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے **اقول** ہماری زائد ابحاث
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہوچکا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے،
اور کثرتِ طُرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہوسکتا
کیونکہ شر کی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع،
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہوسکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وُہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام
بھی ہیں' نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
"خاتم الحفاظ" بھی ہیں' نے بیان کیا ہے کہ "موضوع"
وُہ ہے جس کو متہم بالکذب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو "شدید الضعف"
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے،
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا
وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
مؤقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور
تہمتِ کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہوجاتی ہے مثلاً راوی
کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

ولکن لا یحتج بہا فی الاحکام ولا تبلغ بذلك درجۃ الحسن لغیرہ الا اذا انجبرت مع ذلك بطریق اخری صالحۃ للاعتبار فان مجموع ذلك یکون کحدیثین ضعیفین صالحین متعاضدین فحینئذ ترتقی الی الحسن لغیرہ فتصیر حجۃ فی الاحکام، اما مطلقا علی ما ھو ظاھر کلام المصنف اعنی العراقی اوبشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغۃ مع ھذہ الطرق القاصرۃ المتکثرۃ القائمۃ مقام صالح واحد حد الکثرۃ فی الصوالح علی ما فھمہ السخاوی من کلام النووی وغیرہ الواقع فیہ لفظ الکثرۃ مع نزاع لنا فیہ مؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزھۃ والنخبۃ المکتفیین

کارآمد ہوسکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت ہیں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابلِ عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی یہ درجہ "حسن لغیرہ" کو پا سکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری زائل ہوجائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

عـــہ حیث قال متی توبع السیئ الحفظ بمعتبر کان یکون فوقہ او مثلہ لا دونہ وکذا المختلط الذی لا یتمیز والمستور والاسناد المرسل وکذا المدلس اذا لم یعرف المحذوف منہ صار حدیثہم حسناً لا لذاتہ بل وصفہ بذلك باعتبار المجموع لانہ کل واحد منہم (ای ممن ذکر من السیئ الحفظ والمختلط الخ) باحتمال کون روایتہ صواباً او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعتبرین روایۃ موافقۃ لاحدھم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین ودل ذلك علی ان الحدیث محفوظ

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوءِ حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور، اسناد مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف منہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہوجائے گی ہاں لذاتہٖ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوءِ حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے کسی ایک کی موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہوجائے گی اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

بوحدة الجابر مع جواز ان تكون الكثرة فی کلام النووی بمعنی مطلق التعدد، وهو الاوفق بما رأینا من صنیعهم فی غیر مقام والضعیف بالضعف الیسیر اعنی مالم ینزله عن محل الاعتبار[1] یعمل به فی الفضائل وحده، وان لم ینجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیره، و احتج به فی الاحکام علی تفصیل وصفنا لك فی الجابر، فهذه هی انواع الضعیف، اما الذی لا نقص فیه عن درجة الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ الی درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتی فی

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علّامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طرق کے مساوی ہیں، مل کر کثرتِ طرقِ صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظِ کثرت استعمال ہُوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فارتقی من درجة التوقف الی درجة القبول و الله اعلم اھ[1] وانظر کیف اجتزئ فی المتن بتوحید معتبر وفی الشرح بافراد روایة وحکم بالارتقاء الی درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول فی الاحکام فانه جعل الضعیف صالحا للاعتبار والرد مع انه مقبول فی الفضائل بالاجماع ویظهر لی ان الوجه معهما اعنی العراقی و شیخ الاسلام لما بین فی النزهة من الدلیل لهما منقولا مما علقته علی فتح المغیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہوگئی ہے اھ واللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للاعتبار و الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہۃ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[1] حاشیہ شرح نخبۃ الفکر بحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۷

الاحکام، وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحدا صار صحیحا لغیرہ او دونہ مما یلیہ فلا الا بکثرۃ انتہی ما کتبت بتلخیص۔

جو انھوں نے "النزہۃ" اور "النخبۃ" میں کیا ہے ـــ دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظِ کثرت سے مطلق تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حدِ اعتبار ساقط نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے تو یہ "حسن لغیرہٖ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنیوالے امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہٖ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ "حسن لذاتہٖ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہٖ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک اور بھی مل جائے تو یہ حدیث "صحیح لغیرہٖ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی تاوقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوحِ دل پر نقش کر لینے کے ہیں کہ بعونہٖ تعالٰی اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و باللہ التوفیق و لہ الحمد، الحمد للہ القادر القوی علم ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر الضعیف و اٰلہ وسلم۔ قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودۂ فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفحے کے مقدار تھا اب کہ ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہٖ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہو گیا اثنائے تبییض میں بارگاہِ مفیض علوم و نعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادۂ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افاداتِ نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ **الہاد الکاف فی حکم الضعاف**[۱۳] (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی ما رزق من نعم تحقیق ماکنا لعشر معشار عشرھا نلیق والصلوۃ والسلام علی الحبیب الکریم و اٰلہ وصحبہ ھداۃ

عہ منقوص محلی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شائع و ذائع ہے یوم التلاق یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

الطریق امین۔

افادہ بست وچہارم (حدیث کا کتبِ طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعفِ شدید) و باللہ التوفیق استعین کسی حدیث کا کتبِ طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعفِ شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعۂ کلمات ناقدین اُن سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا، قولِ شاہ عبد العزیز صاحب این احادیث قابلِ اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود[1] (یہ احادیث قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً دربارۂ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل، ہاں متکلمانِ طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں۔

اولاً خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ و عمل کا انکار فرمارہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ دربارہ فضائل کسی حدیثِ ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیفِ خطیب و ابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیا ست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ[2]۔

ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیا ایسے نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔ (ت)

اسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در باب خود[3]۔

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

---

[1] عجالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

[2] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب 〃 〃 〃 〃 ۱۶۹

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا :

التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین و عروتھم فی فنھم[1] ۔

فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں ۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حُسنِ اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وُہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابلِ استناد ۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں :

اصلح ھذہ الطبقۃ ماکان ضعیفا محتملا[2] ۔

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابلِ تحمل ہو ۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنٰی انجبار سے خود احکام میں حجت ہوجاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عندالتحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح و حسان سب کچھ ہیں کما ستسمع بعونہ تعالٰی (جیسے کہ تُو عنقریب سُنے گا ۔ ت)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین[عہ] فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں :

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند و موضوعات را

جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابنِ عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کردیا ہے لہذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیف و مقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کرکے

عہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات و راقان ۱۲ منہ

دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے کے تحت اس کا بیان ہے (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد للخطیب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸

[2] حجۃ اللہ البالغۃ باب طبقۃ کتب حدیث، الطبقۃ الرابعہ ” المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/ ۱۳۵

ازحسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق راخدا تعالٰی محقق ساخت بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمیز احادیث وحکم بصحت و حسن ومتاخران بہ احادیث خطیب وطبقہ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود خطیب وطبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاھم اللہ تعالٰی عن امۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا اھ ملتقطا۔

موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کردیں گے جیسا کہ اصحابِ مسانید نے تمام طرقِ حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظِ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالٰی نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی، بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقے کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا وحکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالٰی ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محض بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامسًا انہیں شاہ صاحب نے اسی حجۃ میں سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داؤد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری خ ولمسلم م ولابن حبان حب وللحاکم فی المستدرک ک وللضیاء فی المختارۃ ض وجمیع ما فی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ، ورمزت لابی داؤد د فما سکت علیہ فھو صالح ومابین ضعفہ[ع] فی الاصل الذی وقفت علیہ بین

میں نے حوالہ جات کے لیے یہ رموز وضع کیے ہیں، خ سے بخاری، م سے مسلم، حب سے ابنِ حبان، ک سے مستدرک حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر توجہ رکھو، د سے ابوداؤد جس پر وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف

[ع] وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

نقلته عنه، وللترمذی ت وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجة ٥ ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبد الرزاق عب ولابن ابی شیبة ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب وفی الاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیة حل وللبیھقی ق وله فی شعب الایمان ھب وھذه فیھا الصحیح والحسن والضعیف فابینه غالباً[1] اھ مختصرا۔

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے، ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا، ن سے نسائی، ٥ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی، حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلی، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیہ ابونعیم، ق سے سنن بیہقی، ھب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا اھ مختصراً۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی شق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفہ اثنا عشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیثِ طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اُتر کر استناد موجود، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھے یا یہ سفہا تاحق تحریف معنوی کر کے احادیثِ طبقۂ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں، تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

لفظی فما وعلیه کلمة لم تتبین فی الکتابة فکتبت مکانھا لفظة سکت اذھو المراد واذ کان لابد من التنبیه نبھت علیه ۱۲ منه (م)

حاصل کی ہے اس میں لفظ فما اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا، ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبۂ کتاب، دار الفکر، بیروت ۱/ ۱۸، ۱۹

ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ الکتاب کفایت مے کند از آنچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند[1] الحدیث۔

ابونعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوالشیخ وابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں بعض یہ ہے:

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد وشکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی و بر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحہ الکتاب[2]۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہاں ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورہ بقرہ ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے:

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت

عـہ و دریں بعض روایات اقران دارقطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سود ندہد زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال ایں معنے رو نماید کہ اسنادہا بہا مقرون بطبقہ ثالثہ است ہمچناں ایں امر بر منصہ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجہ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را ہیچ کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سودمند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجہ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالف کا جو بھی زعم ہو، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحہ فضائل ایں سورۃ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

[2] ؍؍ ؍؍ آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۵۹

کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی وسہ آیت بخواند اورا در آں شب درندہ و دُزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔[1]

کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سُنی جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس ۳۳ آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصراً۔ (ت)

اسی[1] میں ہے:

روی[1] ابن جریر عن مجاھد قال سأل سلیمان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن اولٰئک النصارٰی الحدیث[2]۔

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان نصارٰی کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر واللیل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے مے آید کہ حق تعالٰی بعد از من کسے را بہتر از و پیدا نکردہ است

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

عہ[1] زیر آیہ ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (م)

اس آیت کے تحت ہے ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (ت)

عہ[2] شاہ صاحب در عجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علٰی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

شاہ صاحب نے عجالہ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ وسی وسہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴

[2] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی " " " " ص ۲۷۱

وشفاعتِ اُو روزِ قیامت مثل شفاعتِ پیغمبران باشد
جابر گوید کہ مہلتے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف
آوردند[1]

شخص اللہ تعالٰی نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت
روزِ قیامت اللہ تعالٰی کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح
ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ ابھی
تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ (ت)

تحفہ (اثنا عشریہ) میں[2] ہے:

در روایات شیعہ وسُنّی صحیح وثابت است کہ این امر خیلے
بر ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ شاق آمد و خود را بدر سرائے
زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی
رضی اللہ تعالٰی عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت
زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا ازو خوشنود شد اما روایات اہلسنت
پس در مدارج النبوۃ وکتاب الوفا بیہقی وشروح مشکوٰۃ
موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است
کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت و در گرمی
آفتاب بر در بایستاد عذر خواہی کرد وحضرت زہرا
ازو راضی شد و در ریاض النضرۃ نیز ایں قصہ بتفصیل
مذکور ست و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز
ہمیں قصہ مروی ست و ابن السمان در کتاب الموافقۃ
از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ
تعالٰی عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا در روز گرم الخ۔

شیعہ اور سُنّی دونوں کے ہاں روایاتِ صحیحہ میں ثابت
ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا
آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر کے دروازے
پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی
عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا
ان سے راضی ہوجائے، روایاتِ اہلسنت مدارج النبوۃ،
الوفاء، بیہقی اور شروح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح
مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت
ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر کے باہر
دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ
رضی اللہ تعالٰی عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔ ریاض النضرۃ
میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں
بروایت بیہقی، شعبی بھی یہی واقعہ منقول ہے اور
ابن السمان نے الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا
کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

عہ درطعن سیزدہم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل
الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن
میں ہے جو انھوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالٰی عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

[1] تفسیر عزیزی آخر سورۃ الیل پارہ عم مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۳۰۶

[2] تحفہ اثنا عشریہ طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۷۸

سابعاً طرفہ تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صدہا حدیثیں برشرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسنادہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعھما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے ۔ت) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابوعبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں :

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار برشرط ایں ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد، وبقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح ست لیکن بشرط ایں ہر دو نیست و بقدر ربع باقی واہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتہی[1]

انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری و مسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتاب اسی قبیل سے ہے اور تقریباً اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دو (بخاری و مسلم) کی شرائط پر نہیں اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لیے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

ع: لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردنیست لفظش ہمین است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما و جملۃ کثیرۃ علی شرط احدھما لعل مجموع ذٰلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشیئ اولہ علۃ وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر او واہیات لا یصح وفی بعض ذٰلک موضوعات[2] ۱۲ منہ (م)

لفظ "بظاہر" وہ جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شیئ یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوع کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

[2] تدریب الراوی عدد احادیث مسلم وتساہل الحاکم فی المستدرک دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۰۶

5/5

تنبیہ بحمداللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنھوں نے احتراز کیا انھوں نے درج کیں نہ یہ کہ انھوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کُل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ ت)

ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی[۱]۔	اسی لیے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔ (ت)

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرا نہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ[۲]۔	امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تاوقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرط صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہوگئی ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہُوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے اگرچہ اکثر[عہ] صحیح ہی ہوں جیسے

عہ اسی طرح عدم اعتبار کثرت و قلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:

قال شیخ الاسلام غالب ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی	شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[۱] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[۲] " " " " " " " " ص ۱۰۹

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھ لے اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقۂ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمۂ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف ابوبکر بن ابی شیبہ ومصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقۂ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تنصیص[1] کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سُن چکے کہ اُنھوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلاً ناقابل استناد واعتبار ہیں ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم وکرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولی الجلیل پر فائض ہوگی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالاینتقد قلیل جدا قال وفیہ من الضرر ان یظن مالیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرك الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساھلھما اعدم الانتفاع بھما الا لعالم بالفن لانہ مامن حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ تساھل اھ ۱۲ منہ (م)

پر انھوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وُہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہُوئی جس میں تساہل نہ ہو اھ ۱۲ منہ (ت)

[1] ذکرنا نصھما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی۔ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۷۹

وابعاد مرام سامنے تھا لہذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ مفردہ اور بلحاظ تاریخ[13] **مدارج طبقات الحدیث**[ع] لقب دیا وللہ المنۃ فیما الھم ولہ الحمد علی ما علّم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلّم۔

افادہ بست وپنجم[25] (کتبِ موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو بھی مستلزم نہیں)

اقول کتابیں کہ بیانِ احادیثِ موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعاتِ ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتابِ موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعمِ مصنف میں موضوع ہے نہ بنظرِ واقع عدمِ صحت بھی ثابت نہ ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیثِ ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھردی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکمِ وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح وتقریب امام نووی والفیہ امام عراقی وفتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح وروشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی[84] حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد[38]، صحیح بخاری شریف[1] بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف[1]، سنن ابی داؤد[9]، جامع ترمذی[30]، سنن نسائی[1]، سنن ابن ماجہ[16]۔ دوم وہ جن کا

ع الحمد للہ یہ عربی رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں:

اوّلاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔

ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہوکر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا۔

ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مؤلفہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ ناقد وغیر ناقد متوسط وعامی ہر قسم کے آدمی کو حدِ استناد وطریق احتجاج واضح ہوگیا آخر میں اُسے کلماتِ علماء سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلماء میں کن کن کو دربارۂ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح رجال میں تعنت تھا بیان کیا جو کچھ دعوٰی کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے وللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکمِ وضع کی تحقیق و تنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر و تنقید کے لیے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکمِ وضع کیا جیسے انھیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبہ علی ذٰلک الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاؤہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم ان کان متعقبا بنھت علیہ اھ ملخصا۔[1]

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشرع الآن فی الزیادات علیہ فمنھا ما یقطع بوضعہ ومنھا ما نص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ۔[2]

اب کہ ہم تمام موضوعاتِ ابن الجوزی بیان کرچکے تو اب اُس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وُہ جنھیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظرِ غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "لایصح" (یہ صحیح نہیں۔ ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہُوا، اور اگر "مرفوعہ" کی قید زائد کردی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظرِ مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہُوا، وعلی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا کما لایخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّٰی بہ فوائدِ مجموعہ بھی اسی قسمِ ثانی کے ہے خود اُس نے خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وُہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنھیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضُعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہلِ تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رَد کی طرف اشارہ ہوجائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ خطبۂ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۲/۱

[2] " خاتمۂ کتاب " ۲/۴۵۱

وقد اذکر مالا یصح اطلاق اسم الموضوع علیہ بل غایۃ مافیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یکون ضعیفا ضعفا خفیفا و قد یکون اعلی من ذلک والحامل علی ذکر ما کان ھٰکذا التنبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانہ تساھل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیھا ماھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبہ السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشرت الی تعقباتہ الخ[1]

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالتِ فاحشہ ہے۔

تنبیہ ہرچند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعمِ موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعفِ شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظۂ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح وحسان تک موجود ہیں کما تبین۔

لطیفہ **اقول** حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص و نارسا کافی تھی یہیں خطبۂ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء، وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل ومیزان وغیرہما وقسم: جعلوا مصنفاتھم مختصۃ بالاحادیث الموضوعۃ[2] دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیثِ موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف[عہ]

عہ افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود[3]، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جُدا ہیں ۱۲ منہ (م)

---

[1] الفوائد المجموعۃ خطبۃ الکتاب دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شبہات الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۲۸۲

مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ[1] (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں ۔ ت)، نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اسی کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آیۃ المنافق ثلث متفق علیہ[2] (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری ومسلم ۔ ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسك مسلم فی الزکٰوۃ من صحیحہ[3] (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکٰوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے ۔ ت)

طرفہ تریہ کہ انھیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعوٰی مساوات ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

نتیجۃ الافادات الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اعلٰی کو پہنچا اور احقاقِ حق حدِ اقصٰے کو، ان چودہ افادوں نے ماہِ شبِ چہاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعددِ طرق وعملِ اہلِ علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعفِ خفیف اور فضائلِ اعمال میں باجماعِ علماء محدثین وفقہاء مقبول وکافی اور ثبوتِ استحبابِ عمل کے لیے مفید ووافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال واہمال کے لیے تھیں بعونہٖ تعالٰی اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمدللہ رب العالمین، اب بھر وستِ استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایتِ الٰہی واعانتِ حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق ۔

افادۂ بست وششم[26] (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) **اقول** بالفرض اگر ایسی جگہ ضعفِ سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابلِ اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء وصلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اسی تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذبِ واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نمازِ قضائے حاجت کہ لئے

---

[1] المقاصد الحسنۃ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت ص ۴
[2] ″ ″ ″ حرف الہمزۃ ″ ″ ″ ″ ص ۶
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ص

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے:

ولا تعلموها السفهاء، فانه یدعون بها فیستجابون[1]۔ | بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد و امام نسائی و امام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا: سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا: کذاب ہے۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: محض لاشیئ کذاب خبیث[2] ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب وخبیث ہے۔ ت) کل ذلك فی المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروك وکان حافظاً[3] (یہ متروک ہے اور حافظ تھا۔ ت) ذہبی نے میزان میں کہا:

کان من اوعیة العلم علی ضعفه، وکثرة مناکیره وما اظنه ممن یتعمد الباطل[4]۔ | اس ضعف وکثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا: لاریب فی ضعفه[5] (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[عہ] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اُسے معلول کیا،

حیث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخی و | جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد ہے

عہ فی الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ ۱۲ منہ (م) (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

---

[1] الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸
نصب الرایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۲۷۳
[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۲۸
[3] تقریب التہذیب حرف العین مطبع فاروقی دہلی ص ۱۹۲
[4] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۲۲۹
[5] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السابعہ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/۳۱۲

وھو متروك متهم اثنی علیه ابن مھدی وحدہ فیما اعلمہ اھ **قلت** بل اختلف الروایة عن ابن مھدی ایضا فقال فی المیزان قال

اور وہ متروک ومتہم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے

عہ **اقول** ھذا عجیب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمة الکتاب ضعفه الجمھور وثقه قتیبة وغیرہ اھ فی تذکرۃ الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بھز بن اسد انه قال اری یحیی بن سعید حسدہ قال وساق الخطیب باسنادہ عن ابی عاصم انه ذکر عمر بن ھارون فقال عمر عندنا احسن اخذ اللحدیث من ابن المبارك وقال المروزی سئل ابوعبداللہ عن عمر بن ھارون فقال ما اقدر ان اتعلق علیه بشیئ کتبت عنه کثیرا فقیل له قد کانت له قصة مع ابن مھدی فقال بلغنی انه کان یحمل علیه وقال احمد بن سیار کان کثیر السماع کان قتیبة یطریه ویوثقه الخ ثم ذکر تکذیبه وترکه وجرحه عن ابن معین وآخرین ثم قال قلت لاریب فی ضعفه وکان لما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربعین وتسعین ثلث مائة اھ ۱۲ منہ (م)

عہ **اقول** حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمۂ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از ابار از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابن المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابو عبداللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پُوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شیئ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سیار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءات حروف میں امام و حافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں ہوا اھ ۱۲ منہ (ت)

لہ الترغیب والترھیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

ابن مهدی واحمد والنسائی متروك الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مهدی حسن الرای فی عمر بن هارون[1] اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔

کہ ابنِ مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، پھر کہا کہ ابنِ حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بایں ہمہ از آنجا کہ مستدرک میں تھا:

قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا، وقال ابراھیم بن علی الدیبلی[علہ] قد جربتہ فوجدتہ حقا، وقال الحاکم قال لنا ابوزکریا قد جربتہ فوجدتہ حقا قال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ حقا[2]۔

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا، حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا[علہ]۔

لہذا امام حافظ منذری نے فرمایا: الاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لاعلی الاسناد[3] (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے نہ کہ اسناد پر) امام ابن امیر الحاج حلیہ[علہ] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اُسے

[علہ] نسبۃ الی دیبل بفتح الدال المھملۃ وسکون الیاء المثناۃ من تحت وضم الباء الموحدۃ والاخر لام قصبۃ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ (م)

یہ دَیْبُل کی طرف منسوب ہے۔ دیبل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یاء مثنّٰی کے سکون باء موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلادِ سندھ میں ایک قصبہ ہے قاموس میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ (ت)

[علہ] اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغولِ نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا وللہ الحمد بیس سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضلِ الٰہی سے ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ (م)

[علہ] اٰخر الکتاب فی الفضائل الثالث عشر فی صلٰوۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منہ (م)

یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نمازِ حاجت کے بیان میں تکمیلِ کتاب کی فصول میں سے ہے (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۰ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/۲۲۸ و ۲۲۹

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

بایقین موضوع کہنا[ع] ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ومشی علی ھذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر ھذہ الصلٰوۃ للحاجة علی ھذا الوجه من الصلٰوۃ المستحبة[۱]۔

حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد و لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحتِ حدیث کو اس جوان کی صحتِ کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہُوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیلِ ابہامین کے کتنے تجربے علماو صلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا روی تجربة ذلك عن کثیرین[۲] (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادۂ بست وہفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما میں بلا سند مذکور رہنا ہی بس ہے) **اقول** بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقۂ رابعہ وغیرہا

ع ھو اٰخر حدیث من باب الصلاۃ فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن ھارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی له الترمذی وابن ماجة وقال فی المیزان کان من اوعیة العلم الی اٰخر مانقلنا قال ووجدت للحدیث طریقا اٰخر فذکر ما اسند ابن عساکر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه نحوہ وسکت علیه خاتم الحفاظ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه (م)

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "کان من اوعیة العلم الی آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور بھی سند میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیة المحلی شرح منیة المصلی
[۲] خاتمہ مجمع بحار الانوار نولکشور لکھنؤ ۵۱۱/۳

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضور والا کو ندا کرکے بابی انت وامی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابوعبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۰ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلاسند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتا نہ پایا کتبِ حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان ناواقفوں گندم واسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی اُنہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ[عہ۱] احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار ومدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لااقسم بھذاالبلد وانت حل بھذاالبلد[۲] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزت جل وعلا نے شہرِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محلِ استناد میں ذکر کیا کہ قرآنِ عظیم نے حضور پُرنور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون[۳] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد[۴] مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی لا اقسم بھذا البلد ۰ نسیم[عہ۲] کی دلکشا عبارت یہ ہے:

عہ۱ الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ (م) — دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

عہ۲ الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م) — باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

۱ نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

۲ القرآن ۹۰/۲ ۳ القرآن ۱۵/۷۲ ۴ القرآن ۹۰/۱

قد قالوا ان هذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم من القسم بذاته وبحیاته کما اشار الیه عمر رضی الله تعالٰی عنه بقوله بابی انت وامی یا رسول الله قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[1]

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا، یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے: لا اقسم بهٰذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

مواہب[2] میں ہے:

علی کل حال فهٰذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یخفی ما فیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه قال للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بابی انت وامی یا رسول الله لقد بلغ من فضیلتك عند الله ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد[عه]

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمتِ مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالٰی کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی اور آپ کی عظمتِ مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهٰذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

عه المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منه (م)   دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منه (ت)

---

[1] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمه تعالٰی مطبوعه دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

[2] المواهب اللدنیه مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبعة عامره مصر ۶/۲۷۰

مدارج میں اسے نقل کرکے فرمایا:

یعنی سوگند خوردن بلد کہ عبارت است کہ از زمینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، و ایں لفظ درظاہر نظر سخت مے در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونظر بحقیقت معنی صاف و پاک ست کہ غبارے براں نہ، وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز ست نزد مردم ونسبت بایشاں تابدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالٰی الخ[1]

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاکِ پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالٰی حضور کے خاکِ پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالٰی جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شَے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ شَے (معاذ اللہ) اللہ تعالٰی سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہوجائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بنسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بنسبت اللہ تعالٰی کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صد ہا نظیریں کتبِ علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام ونشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورۂ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیہ[2] پس بطریق | شیخین (صدیق وفاروق) صفات کاملہ مشہودہ

عـــہ قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

[1] مدارج النبوۃ وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۵

نوٹ: مدارج النبوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلٰحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

اتم بود و ظہورِ خرقِ عوائد و تربیتِ الٰہی ایشاں را برؤیا و مانند آں از ایشاں بسیار مروی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم[1] در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابوبکر شبیہ بوحی است زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبی پیش از بعثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسماں فرو آمد و بر بامِ کعبہ افتاد[2] الخ و نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایامِ جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل بمن کرد بجانبِ من کرد آوازے ازاں درخت بگوشِ من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمدے باید کہ تو سعادت مند ترین مردمان باشی بوے الخ و نیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرضِ آخر خود گفت کہ امشب در تفویضِ امرِ خلافت بتکرار استخارہ کردم[3] الخ ملتقطا۔

کے ساتھ بطریقِ اتم متصف تھے اور اُن سے خرقِ عادت اور تربیتِ الٰہیہ کے طور خواب وغیرہ جیسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں، شواہد النبوۃ میں ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وُہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہد النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دورِ جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جُھک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھیوں میں نہایت ہی سعادت مند ہوگا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرضِ وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات کو سپرد کرنے کے لیے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطا (ت)

اُسی میں ہے :

چو نوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بر دست او واقع شد کہ غیر نبی بر آں قادر نباشد و اگر عقلِ سلیم را اعمال نمایم در امورے کہ خلافتِ انبیاء را می شاید

جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیرِ نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو امورِ خلافت

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصافِ شیخین بہ صفاتِ کاملہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳
[2] " " " " " " " " " " ص ۹۴
[3] " " " " " " " " " " ص ۹۵

بہتر از حال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود کہ خوب تر ازاں صورت نگیرد وقال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق[2] الخ در روضۃ الاحباب مذکورست کہ در زمان خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند[3] اھ بالالتقاط۔

میں بروئے کار لایا جائے تو محسوس ہوگا کہ انبیاء کی خلافت کا کام ان سے بہتر نبھایا نہیں جاسکتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن دو معاملات کی طرف بہت ہی زیادہ توجہ دیتے تھے ان میں سے ایک تعلیم علم ہے اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسائل میں کھود کرید کرکے اور نہایت ہی محنت و کوشش کے ساتھ کتاب وسنت، اجماع و قیاس کی ترتیب کو قائم فرما کر تحریف کے تمام راستے بند کردئے، چنانچہ تمام صحابہ نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے زیادہ عالم تھے۔

دوسرا معاملہ جہاد کا تھا اور فاروق اعظم نے اس معاملہ کو اس طرح نبھایا کہ اس سے بہتر تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یافعی کہتے ہیں کہ ۱۴ھ میں دمشق فتح ہوگیا الخ اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ فاروق اعظم کے دور میں ایک ہزار چھتیس (۱۰۳۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے، چار ہزار (۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے اھ بالالتقاط۔ (ت)

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا گننا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر وباہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی یا بی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا[عہ] اس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفا پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (م)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین مآثر جمیلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۳۰
[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۱
[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۲

ارشاد کیا:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث طویل وکفٰی بذلک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام[1]

میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی، مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیثِ طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادۂ بست و ہشتم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدمِ حدیث ہے نہ حدیثِ عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن حسن و مستحسن ہوجائے گا۔

کما ھو شان المباحات جمیعا کما نص علیہ[^] فی

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ

[^] قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولٰی اما المباحات فانھا تختلف صفتھا باعتبار ما قصدت لاجلہ[2] الخ وعنھا نقل فی اوائل نکاح رد المحتار وفیہ ایضا من کتاب الاضحیۃ فی مسئلۃ العقیقۃ وان قلنا انھا مباحۃ لکن یقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات[3] اھ وکلام الانموذج مرّ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ (م)

اشباہ میں قاعدہ اولٰی میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء باب اول الفصل السابع فیما اخبر اللہ تعالٰی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۴۸
[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۳۴
[3] رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۸

الاشباہ ورد المحتار وانموذج العلوم وغیرھا من معتمدات الاسفار۔

و ردالمحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے یا نہی وممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ درمختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال[1] فرماتے ہیں :

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما لوکان داخلا فی اصل عام فلامانع منہ لا لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام[2]۔

یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

اقول فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع وستلقی علیک تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام فانتظر۔

اقول سید احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے عنقریب ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔ (ت)

یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات واباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا بلکہ باوصف اظہار وضع وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :

حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ وکون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ و

خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی

---

[1] الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۳/۱

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۷۵/۱

ابن الصلاح انہ باطل وکذا قال شیخنا، انہ لیس فی شئ من طرقہا ما یثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذٰلک وکل ما یروی فی ذٰلک صریحا فباطل، ثم ان ائمۃ الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسہ الخرقۃ ولم یتفرد شیخنا بھذا بل سبقہ الیہ جماعۃ حتی من لبسہا والبسہا کالدمیاطی والذہبی والھکاری وابی حیان والعلائی ومغلطائی والعراقی وابن الملقن والابناسی والبرھان الحلبی وابن ناصر الدین ھذا مع الباسی ایاھا الجماعۃ من اعیان المتصوفۃ امتثالا لالزامھم لی بذٰلک حتی تجاہ الکعبۃ المشرفۃ تبرکا بذکر الصلحین واقتفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین[1] اھ بتلخیص۔

وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ و امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت معمولۂ صوفیۂ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمۂ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے حدیث سُننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمۂ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنھوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام دمیاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام سیدنا ہکاری امام ابوحیان امام علاء الدین علائی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن ملقن امام ابناسی امام برہان حلبی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدۂ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کرگئے۔ (ت)

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمۂ دین و حملۂ شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعثِ برکات مانتے۔

تنبیہ: یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقۃ تالیف فرمایا اُس میں

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۳۳۱

عرض ہیں،

اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد صححہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ۔ ملخصاً

حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (ت)

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلی میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث[2]

جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث (ت)

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیٰی بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح وصحیح ہے اور حضرات صوفیۂ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع ولبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں وللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ ذ[*] قد کتبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل وکذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی الخ ذ میں نے

---

[*] عن الفتنی یکتب ذ علی ما یزید من عند نفسہ فلعلھا رمز للزیادۃ ۱۲ منہ (م)

علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ذ" لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ذ" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الحاوی للفتاوٰی رسالہ اتحاف الفرقۃ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۰۲

[2] " " " " " ۲/ ۱۰۴

علیه وسلم عند الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ هل له اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ بما نصه اما الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم عند ذلك ونحوہ فلا اصل لها ومع فی ذلك فلا کراهة عندنا[1] اھ ملخصا۔

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انھوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت خاص بے نیتِ ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں:

اما من استیقظ عند اخذ الطیب او شمه الی ماکان علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من محبته للطیب واکثارہ منه فتذکر ذلك الخلق العظیم فصلی علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حینئذ لما وقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یلحظوہ بعین نهایة الاجلال عند رؤیة شیئ من اٰثارہ او ما یدل علیها فهذا لاکراهة فی حقه فضلا عن الحرمة بل هو اٰت بما فیه اکمل الثواب الجزیل والفضل الجمیل وقد استحبه العلماء لمن رای شیئا من اٰثارہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولا شك ان من استحضر ما ذکرته عند شمه الطیب یکون کالرائی لشیئ من اٰثارہ الشریفة فی المعنی فلیس له الا الاکثار من الصلاۃ والسلام علیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[2] اھ مختصرا۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا اُن پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر وفضل جمیل پائے گا کہ زیارتِ آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنیً بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً۔

---

[1] و [2] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرۃ علی الالسن، نولکشور لکھنؤ ۵۱۲/۲ ۵۱۲

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم وفضلِ کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام ہے[1]:

یشبھھا مایتداولہ السادۃ الصوفیۃ من قول لا الٰہ الا اللہ سبعین الف مرۃ یذکرون اللہ تعالٰی یعتق بھا رقبۃ من قالھا واشتری بھا نفسہ من النار ویحافظون علیھا لانفسھم ولمن مات من اھالیھم واخوانھم وقد ذکرھا الامام الیافعی والعارف الکبیر المحی الدین ابن العربی واوصی بالمحافظۃ علیھا وذکروا انہ قد ورد فیھا خبر نبوی لکن قال بعض المشایخ لم ترد بہ السنۃ فیما اعلم وقد وقفت علی صورۃ سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن ھذا الحدیث وھو من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا فقد اشتری نفسہ من اللہ وصورۃ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ھو باطل موضوع اھ ھکذا قال النجم الغیطی وعقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداءً بالسادۃ وامتثالا لقول من اوصی بھا وتبرکا بافعالھم اھ ملخصا

انھیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب واحباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سید محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیۂ کرام اس باب میں حدیثِ نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوٰی دیکھا کہ امام ابنِ حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل وموضوع ہے، علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کرکے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو اھ ملخصا۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابنِ حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

---

[1] فتح الملک المجید

سلسلۂ حدیث میں دیکھو انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوٰی نقل کرکے حدیث کے باطل و موضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا امتثال اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

یاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد و ہفتاد ہزار بار کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ او ام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ مسئول است۔[1]

دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔ ع

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا،

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ۔[2] جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں۔

ع شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: "حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا سبب پُوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہُوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یُوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے کہا اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہُوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی اھ"[3] بتلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا بدر الدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۱

[2] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۵

[3] تحذیر الناس خلاصۂ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

بانیہمہ فرمایا :

ثم اعلم انه لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ان تکون مکروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبة استحبها العلماء الاعلام و المشایخ الکرام لمناسبة کل عضو بدعاء یلیق فی المقام[1]

پھر یہ جان رکھ کہ ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام واولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے ۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہُوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کما لایخفی ۔

تنبیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقیق اُس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابوحاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انصافاً غایت اس کی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل ،

ساجع الحلیة شرح المنیة للامام ابن امیر الحاج تجد مایرشدك الی الحق بسراج وهاج فی لیل داج ۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کرو اس میں تُو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ حق کو پالے گا ۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بانیہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسمائے کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اُسے ذکر کرکے فرماتے ہیں :

---

[1] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبرٰی احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ص ۳۴۵

هذا مما تفرد به عبد اللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانه متهم بالکذب والوضع قال السخاوی لایباح ذکرہ الامع ذکر وضعه لکن المحدثین مع کثرۃ کلامهم فیه ومبالغتهم فیه ورمیه بالوضع لایزالون یذکرونه یتبرکون بالتسلسل[1]۔

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں اھ (ت)

اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی،

بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصیقلی بطریقه الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائه الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجوههم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصیقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباءِ کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی،

بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں (ت)

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اُس پر حکمِ بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ

من اضاف مؤمنا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثة فکانما اضاف جبرائیل ومیکائیل واسرافیل[2]۔

وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم وحوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)

---

[1] ثبت حصر الشارد

[2] کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۶۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد[1] (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

کما بیناہ فی الافادۃ التاسعۃ اما ما اعلہ الشیخ ابو محمد محمد بن الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازھر بعد ایرادہ فی ثبتہ بالمتن الثانی المذکور فیہ الاضافۃ الی تمام العشرۃ بذکر الملئکۃ فی الضیافۃ وھم لایاکلون ولایشربون قال فان صح فھو خارج مخرج الفرض والتقدیر[2] اھ کما انبأنا بہ فی جملۃ مرویاتہ شیخنا العلامۃ زین الحرم السید احمد بن زین بن دحلان المکی عن الشیخ عثمٰن بن حسن الدمیاطی عن مؤلفہ الشیخ الامیر المالکی **فاقول** لیس باعجب مما **انبأنا** السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابد السندی المدنی بسندہ المشہور الی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل یقول یوم القیمۃ یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی الحدیث وفیہ یا ابن اٰدم استطعمتک فلم تطعمنی قال یارب کیف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافۃ میں ذکرِ ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض و تقدیر ہے اھ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے **فاقول** یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابنِ آدم! میں بیمار ہوا تھا تُو نے میری عیادت نہ کی "الحدیث" اور اسی میں ہے کہ اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابن الجزری حدیث ۲۵۹۰۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۶۹
[2] ثبت ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری

اطعمك وانت رب العلمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یاابن آدم استسقیتك فلم تسقنی الحدیث المعروف[1]

تُو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تُو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تُو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تُو نے نہیں دیا تھا کیا تُو نہیں جانتا کہ اگر تُو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تُو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثمّ اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمناہ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کرآئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہوجائے لاکھوں فعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کردیں حرام ہوجائے جس ترہیب میں گھڑلیں وہ واجب ہوجائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب وترہیب دونوں میں بنادیں تو فعل وترک دونوں کی جان پر بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافھم انکنت تفھم (جان لے سمجھ لے اگر تُو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال واعتقادِ ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے ع

ماعلی مثلھم یعد الخطاء

افادہ بست ونہم[29]

افادہ بست ونہم (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف وایجادِ مشایخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت، صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراجِ مشایخ کو ہمیشہ گنجایش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفعِ بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتبِ ائمہ وعلما ومشایخ واساتذۂ شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا

---

[1] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۸

باتوں سے مالامال ہیں اُنھیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[ع۱]،

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہاے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بآں نور دوختن و"یانور" رامکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشاند[۱] اھ ملخصا۔

اعمالِ تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھلا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کرلیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور والے کی طرف لگانا اور یانور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے۔ اھ ملخصاً (ت)

اسی[ع۲] میں ہے،

چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ وکشف واشراف برخواطر واز انجملہ ظہور تاثیر در دعا ورقے واعمال تصریفیہ او تا عالم بفیض نفس او منتفع شود[۲] اھ ملتقطا

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الاماشاء اللہ جُدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراستِ صادقہ، کشفِ احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دعا وتعویذ، دَم اور اعمالِ تصرفیہ میں برکت یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطا (ت)

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد ومشایخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، درد سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھا کر کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ، لُوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا، دفعِ جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیقہ کے لیے

ع۱ ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

ع۲ ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

---

[۱] و [۲] ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اُس کے گلے کا ہار کرنا، استقاطِ حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گِن کر گرہیں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچّہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا اُن پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستّر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا۔ کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا اُس پر بہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنے پڑھنا، قنطاع التجا خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسٓ پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسٰی و موسٰی و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، مارے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزندار جمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنیِ بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور کُتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نام پاک حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمیان ہے لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت رامے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک نے امرِ اعظم دین تقرب رب العٰلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا یا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پران حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا مالیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فھو رد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ جگر

من کنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے

(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار[۱۳] میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہا تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی ووالدی ومولای ومقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی المنیر النور وعلٰی آلہ وصحبہ الٰی یوم النشور آمین۔

افادہ سی ام (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے) **اقول** ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر ومکین ہوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصی (اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبرلیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند وبالا ہے اور اُس کا منکر سنت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کر توہب واضطراب وتقلب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں ؎

گر براند نرود ور برود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دُور کرے تو دُور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا
نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا)

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ "ما امر اللہ بہ ان یوصل" میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وعجیب وغریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے اپنی جانیں واریں عقل وہوش وچشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمانِ شریعت چاکرانِ ملت صالحہ تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم (جو تم نے اور تمہارے

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں ۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کرارشادات[1] علما کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہوجائے، حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلافِ اجماع ہے علما نے جتنے اعمال کو بہ نظرِ ورود احادیث مستحب مانا اُن سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

---

[1] اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شب برأت عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت وثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے' ہاں اعلام اُن کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب وصلاۃ الاوابین میں فضل عمل ہے اھ ملتقطا ۱۲ منہ (م)

[2] انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیثِ ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین' گردن کا مسح' رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعددِ طرق سے حسن لغیرہ ہوگئے ہیں۔

قال فی الدرمختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق' فی ردالمحتار فارتقی الی مرتبۃ الحسن[ط] اقول لکن ھذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین اولا رسالہ او تدلیس او جہالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا انتہی[لہ] ملتقطا

درمختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبۂ حسن تک ترقی کرتی ہے طحطاوی۔ **اقول** لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق امین راوی کے سوءِ ضبط یا ارسال یا تدلیس یا جہالت حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی ۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتبِ فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

[لہ] براہین قاطعہ مطبع لے بلاساڈھورہ ص ۹۸

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیر[8] ہوں خواہ مواعظ[9] خواہ معجزات خواہ فضائل[10] صحابہ واہلبیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو اگرچہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر وقطعی الدلالۃ نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شبِ جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو بابِ عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلتِ صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح آحاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علما مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ان خرافاتِ بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار وپود عنکبوت کو بعونہٖ تعالٰی نیم جنبشِ نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہندسے لگادیے خیر یہ تو اُن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیلِ ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی کہ اگر بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہئے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی بابِ فضائل سے ہے کہ متعلق بفعل جوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماعِ علما سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآنِ عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل" وحدیث صحیح ارتقائے شبہات واحادیث مذکورۂ افادہ ۱۸ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعتِ محمدیہ علٰی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً ولالۃً کسی

عہ[1] شبِ جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں روایات صہ۹ میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد صہ۹۶ کا ہے اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شبِ جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیاتِ صحاح کا اھ بالالتقاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م) [1] براہین قاطعہ مطبع نے بلاساڈھور صہ ۱۹

طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنّت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

3

"مؤلف اپنی خوبیِ فہم سے معنی قرونِ ثلثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرونِ ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجودِ شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوعِ ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ جمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدمِ جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہُوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خُوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاع نے آج تک اس کو نہیں سمجھا اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو الخ ملخصاً"۔

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی، تجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکن بدعت پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے جپتی بیتی جس کا لقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انھوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ، بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ؎

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں ۔۔۔ للہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرونِ ثلثہ کی وہ ہٹ، نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوا پڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم

[1] براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں ۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُن کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم ومفقود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولٰی سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے، صاف نہ کہنا وہ شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جائیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلوت

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنّت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب تیسری شق کی کون سی صورت، تمام افعال انھیں دو حکموں میں محصور ہوگئے خصوصًا اباحت واستحباب وکراہت تنزیہ تین حکم شرع تو کافور ہوگئے۔ اساتذہ جہابذہ نے سُجھائی تو اچھی کہ دو دُنی اُلجھی سُلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز وغرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دُور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سُونگھیں، اہل حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین خہے اساتذہ سہ

گر ہمیں مکتب وہمیں مُلّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنّت مجیدہ، پُرانوں کی سُنیے تو وُہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا وربا وقذف محصنہ وقتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذًا باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حالفہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدۂ فوالقہ شرک وبدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انھوں نے سنت کو کفر سے ملایا انھوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویلے کے لتیا ؤمیں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمد للہ المھیمن	اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
المتعال والصلوٰۃ والسلام علٰی ذی الافضال	تعریف اس باری تعالٰی کے لیے جو محافظ وبلند ہے

عہ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنٰی درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔ اور صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جو صاحب فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین (ت)

حکم اخیر وخلاصہ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وبہ تصریح کتب فقہیہ مستحب ومندوب وامیدگاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب جو کتب علماء وعمل قدماء وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمیدوار حسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ وممنوع وبدعت بتائے مبطل وخاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بدمذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی[۱] منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر[۱] کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ[۲]۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل،

والحمدللہ ولی الانعام وافضل الصلاۃ واکمل السلام علی سید الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام آمین۔ تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور فضل صلاۃ اور اکمل سلام ہو انبیا کے خاتم وسربراہ پر، جو چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل واصحاب پر جو نہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منثورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک ودُور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بارِ آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزو تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور وقین عن الشرور وبقین بالسرور (جو شر سے دُور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ ت) سے مُہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اُسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جُونا گڈھی نزیل بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشر ورفی (اللہ تعالٰی انہیں ہر بشر اور نظرِ بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ ت) واہتمام تمام تام مولانا المکرم مولوی محمد عمرالدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین

عہ[۱] یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیا حوضِ کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

عہ[۲] کلمہ رد حواشیہ وآخرین کلھم فی المیاہ ۱۲ منہ (م)

---

[۱] فتح القدیر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۷۲

وعمر به عمران الدین المتین (اللہ تعالٰی انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) وعلو ہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما المولی اللطیف (لطف فرمانے والا مولٰی ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القاء و افادہ دلنواز ہوا اور اُدھر کاپی کی تیاری اِدھر تصنیف جاری، جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها[1] (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جُدا کرلیا اُدھر یہ تعجیل اِدھر رد و فتاوٰی سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تحریر رہ گئی، بعض نے نظر یا خاطر میں وقعت غابر میں تجلی کی ہنوز کہ سیارۂ طبع بذریعۂ حرکت بمعنے القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاءً بھم یہ فوائد منثورہ بعونہٖ تعالٰی سلکِ تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیسہ جلیلہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابلِ قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افاداتِ سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق غیر یا غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلاً خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہوجائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مقصدۂ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اسکا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

---

[1] القرآن ۶/۱۶۰

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائدِ حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام وضعاف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت و معاندتِ سنّت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا کما بیناہ فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین**[۱]

(جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سُنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیہ قمیص یجرّہ قالوا فما اولت ذلک یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلّمنا التخصیص بہ (ای بالفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) فھو معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی الدالۃ علی افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فلا تعارضہا الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ والجماعۃ علی افضلیتہ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی۔[۱]

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماعِ اہلسنت و جماعت افضلیتِ صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہوسکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز بابِ فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں بلکہ مواقف و شرح مواقف میں تو تصریح کی کہ بابِ عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع،

حیث قالا لیست ھذہ المسألۃ یتعلق بھا ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

---

[۱] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۱۰۶

عمل فیکتفی فیھا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسألۃ علمیۃ یطلب فیھا الیقین[1]

میں دلیل ظنی کافی ہوجائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں)

افادہ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کرلیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصافاً یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں اُنھیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظرِ واقع سیر میں بہت اکاذیب اباطیل بھرے ہیں کما لایخفی بہرحال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے، سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی خفیف ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہٖ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا ان کی شانِ رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضادِ حق مبین آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب واضح اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم وارشاداتِ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجماعِ اُمت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ اُنھیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق

کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

---

[1] شرح مواقف المرصد الرابع از موقف سادس فی السمعیات مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۷۲

نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذلك ثبت متواترا۔[1]

ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیرالمومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (ت)

حاش للہ اگر مورخین وامثالھم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابلِ التفات ہوں تو اہلبیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملٰئکہ مقربین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سادات ناومولٰینا آدم صفی اللہ وداود خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سیدالمرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالٰی:

ازجملہ توقیر وبرآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مرایشاں را وحق است مرکسے راکہ ثنا کردہ حق تعالٰی برئے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزاشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کیلئے دعا وطلبِ مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالٰی نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی ہُوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنیوالا دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہُوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

---

[1] احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ: اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۳/ ۱۲۵

قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافتراست وطلب کردن در آنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں ازمشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب خارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وعمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں با آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزیدایشاں را برائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طریقۂ اہل سنّت وجماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند لاتذکر احدا منہم الابخیر ف وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است[1] اھ مختصرا۔

اور ان اخبار و واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین، جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے، کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کیلیے منتخب کرلیا ہے اہل سنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصرا (ت)

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: مانقلہ المؤرخون قلۃ حیاء وادب[2] (مورخین کی نقلیں قلتِ حیا وادب سے ہیں) امام اجل ثقہ مثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلۂ ائمہ تابعین سے ہیں عبید اللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا[3] (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان عہ (اس کا ذکر میزان میں

عہ فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال — اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں (باقی اگلے صفحہ پر)

ف مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں "وآیات" کا لفظ نہیں ہے

---

[1] مدارج النبوۃ وصل در توقیر حضور واصحاب وے صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۳

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۲۰۴

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

ہے۔ ت) تفصیل اس مبحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معٰویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تصنیف کیے، یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے رَد میں فرماتے ہیں :

جملۂ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل ان ھذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ و بعضے فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمردہ اند و در سیر خود ایں جملہ را اوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندۂ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش بآں نمی نہند[1]

جملہ "لعن اللہ من تخلف عنہا" کتب اہل سنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھُوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثینِ اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابلِ اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز قابل سماعت نہیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مالہ عندی ذنب الا ما قمشا فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبید اللہ القواریری الی این تذھب، قال الی وھب بن جریر اکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا[2] ۱۲ منہ (م)

انھوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انھوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کر دیے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبید اللہ قواریری سے یہ کہتے ہُوئے سنا کہ کہاں جارہے ہو، انھوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھُوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

عہ **اقول** یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است

اقول یعنی یہ مثالِ مقام تا باب میں ہے اس کے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

[2] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق دار المعرفۃ بیروت ۴۶۹/۳

فائدہ ۳: (اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلمات علماتین طرز پرنقل کیے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع، اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والاٰن اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انھوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پُوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وُہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت) میں کلام نہیں اور یہی مسلّم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وُہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالٰی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) دگر چند بے سند است چنانکہ در افادہ بست وہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب درچنیں مقام بر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لایخفی علی من طالع کتبہ وسرانجام است کہ بکمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق ہم نے آخری فائدہ میں کر دی ہے ۱۲ منہ (ت)

عـہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(باقی اگلے صفحہ پر)

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابوعمرو و تقریب میں ہے: الموضوع ھو المختلق المصنوع[1] (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے: ؎

شر الضعیف الخبر الموضوع
الکذب المختلق المصنوع[2]

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق[3]۔

موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت)، شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا و

ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان و مطلقہ لایراد بہ الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی ما فی الارشاد وان طلقت فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاھر کلام اٰخرین ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علٰی فلاں" کہا جاتا ہے اور جب مطلق ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۲۷۴
[2] الفیۃ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۱/ ۲۹۳
[3] ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذۃ لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ ۱/ ۱۳

من ثبت عنه تعمد الکذب فی الحدیث و وان کان وقوعه مرۃ لم یقبل حدیثه ابدا، فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین ھذا لا انه ثبت کذبه وعلم ذلک فی ھذا الحدیث بخصوصه، والمسألۃ ظنیۃ والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب[1] اھ ملخصا

ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمداً جھوٹ ثابت ہوجائے خواہ وُہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاحِ محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت ومعلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہذا وضع وافترا کا حکم ظنِ غالب کی بنا پر ہوگا اھ ملخصا ت،

اقول مگر محلِ تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب ورنجش وغیرہا کے باعث ہو ظنِ غالب ہوجائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد ثابت نہیں، ورنہ لازم کہ جو شخص ایک بار بوجہ طمع وغیرہ جھوٹی گواہی دے وہ جب کبھی گواہی دے گا ظنِ غالب یہی ہوگا کہ جھوٹ ہی بولے گا، اور ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظنِ غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام ائمۃ الشان محمد بن اسمعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سُنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت ومغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحیٰی بن قطان نے کذاب کہا،

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور

عہ حال التقصی عن ھذا فی المیزان بقوله قلت ومایدری ھشام بن عروۃ، فلعله سمع منها فی المسجد او سمع منها وھو صبی او دخل علیها فحدثته من وراء حجاب، فای شیئ فی ھذا وقد کانت امرأۃ قد کبرت واسنت[2] اھ۔

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہوجاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وُہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بُوڑھی اور سن والی ہوچکی تھی (صاحبِ فتنہ نہ تھی) اھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ فصل فی العدالۃ الخ مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/۲۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۰

محمدبن جعفر بن یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی | محمدبن جعفر بن یزید نے ابوقلابہ رقاشی سے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال افبمثل ھذا یعتمد علی تکذیب رجل من اھل العلم ھذا امردود ثم قد روی عنہا محمد بن سوقۃ[1] الخ

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہلِ علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں، پھر اس سے محمد بن سوقہ نے بھی روایت لی ہے[1] الخ

اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ الناقدین ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لہم ولقد نری قوما من الائمۃ یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الاما ھو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدو لنا احتمالات شتی لعل الامر کذا عسی ان کذا وھی جمیعا مندفعۃ عندھم نص علی ذلک الامام النووی فی مواضع من شرحہ صحیح مسلم فقال ھنا قاعدۃ ننبہ علیہا ثم نحیل علیہا فیما بعد ان شاء اللہ تعالٰی وھی ان عفان رحمہ اللہ تعالی قال انما ابتلی ھشام (ھو ابن زیاد الاموی) یعنی انما ضعفوہ من قبل ھذا الحدیث کان یقول حدثنی یحیٰی عن محمد ثم ادعی بعد انہ سمعہ من محمد وھذا القدر وحدہ لایقتضی ضعفا لانہ لیس فیہ تصریح بکذب لاحتمال انہ سمعہ من محمد

اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے، تو ہمارے لئے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالٰی نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالٰی نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحیٰی نے محمد سے بیان کیا پھر دعوٰی کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷، محمد بن اسحاق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴۷۱/۳

ثنی ابوداود سلیمٰن بن داود قال قال یحیی القطان

وہ کہتے ہیں مجھے ابوداود سلیمٰن بن داود نے بیان کیا کہ یحیٰی القطان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم نسیہ فحدث عن یحیی عنہ ثم ذکر سماعہ من محمد فرواہ عنہ ولکن انضم الی ھذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بھذا الفن الحذاق فیہ المبرزین من اھلہ العارفین بدقائق احوال رواتہ انہ لم یسمعہ من محمد فحکموا بذلک لما قامت لدلائل الظاھرۃ عندھم بذلک وسیاتی بعد ھذا اشیاء کثیرۃ من اقوال الائمۃ فی الجرح بنحو ھذا وکلھا یقال فیھا ما قدمناہ واللہ تعالٰی اعلم اھ۔

وقال بعد ذلک معنی ھذا الکلام ان الحسن بن عمارۃ کذب فروی ھذا الحدیث عن الحکم عن یحیی عن علی وانما ھو عن الحسن البصری من قولہ وقد قدمنا ان مثل ھذا وان کان یحتمل کونہ جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلک بدلائل قطعیۃ یعرفھا اھل ھذا الفن فقولھم مقبول فی کل ھذا اھ۔

پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحیٰی سے حدیث بیان کی ہو پھر یحیٰی کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے حوالے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سُنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری تام ہو گئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سُنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کے ساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے یہاں کہہ دی ہے واللہ تعالٰی اعلم اھ۔

اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنٰی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحیٰی از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ اس کی مثل اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہو جاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہٰذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا اھ۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۴

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۱/۱۷

اشهد ان محمد بن اسحٰق کذاب ، قلت ومایدریك قال قال لی وھیب فقلت لوھیب ومایدریك قال قال لی مالك بن انس فقلت لمالك ومایدریك قال قال لی ھشام بن عروۃ قلت لھشام بن عروۃ ومایدریك قال حدث عن امرأتی فاطمۃ بنت المنذر، وادخلت علی وھی بنت تسع ومارأھا رجل حتی لقیت اللہ تعالٰی۔

نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے ، میں نے عرض کیا تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا ؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے ؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا ، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے ؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا ۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے ؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ اس کا وصال ہوگیا ۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولك افیمثل ھذا یعتمد الخ **اقول** افترأ علی ھؤلاء الائمۃ الجلۃ الاعاظم یشھدون جزافا من دون ثبت ثم ھذا کلہ انما ذکرناہ لیعرف ان الذھبی کیف یحتال للذب عن قدری امرہ قد ظھر واذا وقع بسنی اشعری او ولی اللہ صوفی صار لایبقی ولایذر کما بینہ تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ تعالٰی فی الطبقات والافالراجح عند علمائنا ایضا ھو توثیق ابن اسحٰق کما ستذکرہ ان شاء اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

رہا یہ قول افبمثل ھذا یعتمد الخ **اقول** یہ ان عظیم ائمہ پر اس بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ذہبی نے کس حیلہ سے قدری سے کذب کیا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کو درپیش ہوتا تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے ۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ ، محمد بن اسحٰق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۷۱
الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ محمد اسحاق دارالفکر بیروت ۷/۲۱۱۷

امام بخاری[ع۱] جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحٰق[ع۲] ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں:

رأیت علی بن عبد الله یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینۃ ما رایت احدا یتھم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو

ع۱ نقلہ زیلعی فی نصب الرایۃ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ (م)

جیسے کہ زیلعی نے نصب الرایۃ میں کتاب الخنثی سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

ع۲ ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ استحباب تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحاق ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام المالک فیہ لایثبت ولو صح لم یقبلہ اھل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المؤمنین فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اھل حدیث غفر اللہ تعالٰی لھم وقد اطال البخاری فی توثیقہ فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ ھدیۃ ذکرھا[۱] اھ ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وُہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالٰی) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحٰق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا انھوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حاشیہ فتح القدیر فصل فی استحباب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۰

تناولہ عن ابن اسحاق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبہ بشیئ واحد ولا یتھمہ فی الامور کلھا[1] الخ

محمد بن اسحٰق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)

دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

قال الزرکشی فی نکتہ علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لا یصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والاختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ اثبات العدم وھذا یجیئ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لا یصح ونحوہ (قلت) وکان نکتۃ تعبیرہ بذلک حیث عبر بہ انہ لم یلح لہ فی الحدیث قرینۃ تدل علی انہ موضوع، غایۃ الامر انہ احتمل عندہ ان یکون موضوعا لانہ من طریق متروك او کذاب، وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب او المتھم علی ان الحافظ ابن حجر خص ھذا فی النخبۃ باسم المتروك ولم ینظمہ فی سلك الموضوع[2]۔

زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے "لایصح" کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھئے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کئے ہیں

---

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/۲۱۶

[2] تنزیہ الشریعۃ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰

لایصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبۂ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبۂ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارۃ فی قولہ خص ھذا انما تلمح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خصہ الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد بہ الکذاب فھو عین الموضوع عندہ فانما عرفہ بما فیہ الطعن بکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ماظھر لی والحمد للہ الواحد العلی۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص ھذا" میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انھوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا،

ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)

الحمد للہ اب بوجوہ کثیرہ اسے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام[1] امام سخاوی کی تصریح کلام[2] علامہ قاری و علامہ[3] مناوی ہیں اس کے نظائر صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف[4] امام ابن الصلاح و امام[5] نووی و امام[6] عراقی و امام قسطلانی کا اقتضائے تخریج حدیث[7] سے تائید دلیل[8] عقل سے تشیید کلام امام[9] بخاری و علامہ[10] ابن عراق سے تاکید الحمد للہ سرا و جھرا فقد حقق رجائی و احدث امرا (تمام خوبیاں ظاہراً و باطناً اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بیچیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ ت)

فائدہ ۴ : (مجہول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابو طالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام واولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمۂ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مسلّم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا) جرح (بان لہ راویا) واحدا (فقط) دون غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالۃ و الحفظ لا تعدد الرواۃ وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم[1] اھ مختصرا۔

اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک ہے (اور وُہ اصطلاح میں مجہول العین ہے) مثلاً سمعان کہ ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت راوی وحفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں، بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً۔ (ت)

پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت، ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وُہ بھی مقبول۔

تنبیہ (غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجہول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام[عہ] میں فرماتے ہیں:

جھالۃ العین وھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق[2]۔

محدثین جب مطلقاً مجہول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵ (فائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے ورود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے وشن نظائر کے پتے دیے سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سہیلی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل

عہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۹/۲

[2] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول ومقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسھیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بمایخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلا تعارض بینہ وبینھا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر[1] اھ ملخصا۔

امام سیوطی نے سبیل النجاۃ میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاہین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لیے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اھ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پروا نہیں کی کیونکہ فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اھ ملخصا (ت)

تنبیہ ضروری (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) **اقول** جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متاصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/۱۹۷

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعوٰی غنا مؤید و مشید ہوگیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از مبحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی سرنٹ کترا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سفہاء کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات[۱۳] میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶ (فائدہ ۶ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و فقع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سُترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال ینبغی ان یجعلھا حیال احد حاجبیہ لما روی ابوداود من حدیث ضباعۃ بنت المقداد بن الاسود عن ابیھا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرۃ الا جعلہ علی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل و بجھالۃ ضباعۃ، لکن ھذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل ھذا، لانہ من الفضائل اھ باختصار۔

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سُترہ دونوں ابرؤوں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رُخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

عہ اواخر کراہۃ الصلاۃ قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

[۱] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

ایک اور اعلیٰ واجل نظیر کلام امام[1] حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام[2] محقق علی الاطلاق و امام[3] ابن امیر الحاج و علامہ[4] ابراہیم حلبی و علامہ[5] حسن شرنبلالی و علامہ[6] سید احمد طحطاوی و علامہ[7] سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمر یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارۂ سترۂ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا[1]۔

اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔

امام ابوداؤد نے کہا امام سفیٰن بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیئا نشد بہ ھذا الحدیث ولم یجئ الامن ھذا الوجہ[2]۔

ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[ع] فرمائی بالجملہ ائمہ و علمائے مذکورین

ع: قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار وقد یعارض تضعیفہ بتصحیح احمد وابن حبان وغیرھما لہ وعقبہ فی الحلیۃ بما یاتی عنہا من قولہ ویظہر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرھم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو وان فرض صحتہ لم یضرنا فیما نحن بصددہ لما قدمنا انفا فی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے کہ اس کی تضعیف کبھی احمد اور ابن حبان وغیرہ کی تصحیح کے معارض آتی ہے اور حلیہ میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی "وان یظہر ان الاشبہ الخ" اور مرقات میں ہے کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ ملخصا۔ میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت ہی فرض کرلی جائے تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان دہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] و [2] سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۰

نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے، مرقاۃ شرح مشکوۃ امام ابن حجر مکی سے منقول :

قال البیہقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی[1]۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا :

یظھران الاشبہ قول البیہقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللہ تعالٰی وجزم بہ شیخنا رحمہ اللہ تعالٰی فقال والسنۃ اولی بالاتباع[2]۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اشبہ و مختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنّت زیادہ لائقِ اتباع ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

من جوزہ استدل بحدیث ابی داود وتقدم مافیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مرانفا ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولٰی بالاتباع[3] اھ ملخصا۔

جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہوچکا لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیثِ ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لیے امام ابن الہمام نے فرمایا سنّت زیادہ لائقِ اتباع ہے اھ ملخصاً۔ (ت)

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے :

ان سلوانہ یعنی الخط غیر مفید فلاضرر فیہ مع مافیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ[4]۔

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ الفصل الثانی من باب السترۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۲۶

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

[4] ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ص ۳۶۹

ردالمحتار میں ہے :

یسن الخط کما هو الروایة الثانیة عن محمد لحدیث ابی داود فان لم یکن معه عصا فلیخط خطا وهو ضعیف لکنه یجوز العمل به فی الفضائل ولذا قال ابن الهمام والسنة اولی بالاتباع اھ[1]۔

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے ۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اسی بنا پر امام ابن الہمام نے فرمایا : سنت زیادہ لائقِ اتباع ہے اھ (ت)

تنبیہ (فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سُترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں یعنی وُہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال، یہاں سے خیالاتِ باطلہ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے وللہ الحمد

فائدہ ۷ (حدیثِ ضعیف سے سنّیت بھی ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنّیت بھی حدیثِ ضعیف سے ثابت ہوسکتی ہے یونہی افادہ ۷ امیں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیثِ ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنّت مانا۔

اقول لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیة بعد ما ذکر حدیث ابن ماجة عن الفاکه وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی الله تعالٰی عنهم فی اغتسال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید هذه ضعفاء ما نصه، واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردة فیه یبلغ درجة الحسن، والا لندب وفی ذلك تأمل اھ[2] فقد اشار رحمه الله تعالٰی

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور حدیث بزار ابو رافع رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقعہ پر غسل سنّت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پاچکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تامل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے اس بات

---

[1] ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۱

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان الضعیف لایفید الاستنان ولك ان تقول ان السنۃ ربما تطلق علی المستحب کعکسہ کما صرحوا بھما فیتجہ کلام الشامی و القاری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألۃ اعنی مسألۃ الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متأیدا بما فی الحلیۃ[1] ھل ینوب الخط بین یدیہ منابھا فعن ابی حنیفۃ وھو احدی الروایتین عن محمد انہ لیس بشیئ ای لیس بشیئ مسنون اھ لولا انہ زاد بعدہ بل فعلہ و ترکہ سواء انتھی ففیہ بعد بعد فافھم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیثِ ضعیف سنّت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تُو کہے کہ بعض سنّت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہوجائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے سے مروی دو روایات میں تطبیق بھی ہوجائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنّت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں ؛ تو امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شیئ نہیں یعنی سنّت نہیں اھ کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سندِ خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سُنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داوٗد ونسائی :

امرأۃ اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی ید ابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال تعطین زکاۃ ھذا قالت لا قال ایسرك ان یسورك اللہ بھما یوم القیٰمۃ سوارین من نار قال فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

یعنی ایک بی بی خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دُختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو ؛ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فقالت هما للّٰہ ورسولہ۔[1]

بدلے آگ کے کنگن پہنائے، اُن بی بی نے کڑے اتار کر ڈال دیے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جیسے امام ابوالحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیہ[3] (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لاشبھۃ فی صحتہ[4] (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا: لایصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ[5] (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہیں) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرھما والا فطریق ابی داود لامقال فیہ[6] (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داود میں اصلاً جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح[7]۔

انھوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح۔

ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ۔

اسے امام محقق نے فتح القدیر اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سُنئے حدیث ردّ شمس کہ حضور پُرنور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی

---

[1] سُنن ابی داود باب الکنز ما ھو و زکوٰۃ الحلی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۸

[2] فتح القدیر بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذھب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

[3] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۴

[4] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۵

[5] جامع الترمذی باب ما جاء فی زکوٰۃ الحلی ؍؍ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۱

[6] فتح القدیر بحوالہ المنذر فصل فی الذھب ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

[7] ؍؍ ؍؍ بحوالہ ابن القطان ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲/۱۶۴

وجہہ الکریم نے نمازِ عصر ادا کی جیسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطائی و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء و شروحہ و المواھب و شرحہا (جیسے شفا، اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ت)

علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معہا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع[1]

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام تر شفیع امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب منظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیادۃ خیر الانام علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں[عہ]:

ومما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ[2]

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالاجمال اُس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ ملیفہ: (لطیفہ جلیلہ غیظ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابوداؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عہ فی الباب الاول تحت الحدیث الخامس من حج البیت فلم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ (م)

باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ردشمس لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۱۳۲

[2] شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہٖ یہی مضمون صحیح بخاری وصحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی :

یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔[1]

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کردوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انھیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمّی بنام تاریخی الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ اللہ ورسول نے دولتمند کردیا، اللہ ورسول نگہبان ہیں، اللہ ورسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ ورسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ ورسول زمین کے مالک ہیں، اللہ ورسول کی طرف توبہ، اللہ ورسول کی دوہائی۔ اللہ ورسول دینے والے ہیں، اللہ ورسول سے دینے کی توقع، اللہ ورسول نے نعمت دی، اللہ ورسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ ونگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ ہیں، حضور مصیبتوں کو دُور فرمانے والے، حضور سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق وعمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

عـــہ۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـــہ۲ تا عـــہ۱۲ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

عـــہ۱۳ تا عـــہ۳۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] صحیح البخاری باب قولہ تعالیٰ لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۵

حضور[1] کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں، حضور[2] کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیا کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیا کے سبب رزق ملتا ہے، اولیا کے سبب مدد ملتی ہے، اولیا کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیا کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن وحدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام، عیسٰے علیہ الصلاۃ والسلام، جبریل علیہ الصلاۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت تشنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جانِ جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امورِ عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربِّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرائٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پو کی قید نہ ماگھ پر چھور، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے ؎

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جز سے بھی کم ہے ایک سو تیس[۱۳۰] سے زیادہ فائدوں اور تینتیس[۳۳] آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالٰی اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون[1] ○ رب اوزعنی ان اشکر | یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس

---

[1] و [2] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] القرآن ۱۲/ ۳۸

نعمتك التی انعمت علیّ وعلی والدیّ وان اعمل صٰلحا ترضٰه واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین[1] ○ والحمد للّٰه ربّ العٰلمین ○

بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تُو راضی ہوجائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہُوں، تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

فائدہ ۹ : (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج و امام مالک و امام احمد، اور افادہ دوم میں یحیٰی بن سعید قطان و عبدالرحمٰن بن مہدی کو گنا، اور انھیں سے ہیں امام شعبی وبقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن و سلیمٰن بن حرب و مظفر بن مدرک خراسانی و امام بخاری ۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے :

حدثنی ابوجعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذکر الحدیث قال) و سألته عن رجل اخر نسیت اسمه فقال هل رأیته فی کتبی قلت لا قال لوکان ثقة لرأیته فی کتبی[2]۔

ابوجعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پُوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پُوچھا جن کا نام میں اس وقت بھُول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تُو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں ۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا ۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے :

هذا تصریح من مالك رحمه اللّٰه تعالٰی بان من ادخله فی کتابه فهو ثقة فمن وجدناه فی کتابه حکمنا بانه ثقة عند مالك وقد لایکون ثقة عند غیره[3]۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا ۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۶/ ۱۵

[2] صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

[3] شرح صحیح مسلم النووی " " " " " " " " ۱/ ۱۹

میزان میں ہے :

ابراھیم بن العلاء ابوھارون الغنوی وثقہ جماعۃ ووھاہ شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ[1]۔

ابراہیم بن العلاء ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انھیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

عبدالاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ وعنہ شعبۃ لایعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ[2]

عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جیّد ہیں اھ (ت)

اقول لکن قال یزید بن ھارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت لہ فلم سمعت منہ؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث۔ یعنی حدیثہ عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبداللہ عن امہ انہا قالت رأیت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان[3] **ولک** التفصی عنہ بان السماع شیئ والتحدیث شیئ، والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجہین وسنذکر اٰخر ھذہ الفائدۃ ان

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں جھوٹا نہ ہو، میں نے انھیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انھوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اور انھوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/ ۴۹

[2] " " ۴۷۴۴ عبدالاکرم " " " " ۲/ ۵۳۲

[3] " " ۱۵ ابان ابن ابی عیاش " " " " ۱/ ۱۱

الامام ربما حمل عمن شاء ، فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه فی الاحکام دون ما یتساھل فیه لما تقدم فی الافادة الثالثة والعشرین من قول ابن عدی ان شعبة حدث عن الکلبی ورضیه بالتفسیر[1] کما نقله فی المیزان وفیه ایضا فی محمد بن عبد الجبار قال العقیلی مجھول بالنقل قلت شیوخ شعبة نقاوة الا النادر منھم وھذا الرجل قال ابوحاتم شیخ[2] اھ قلت وھذا لایضر فقد یکون الرجل ثقة عنده وعند غیره مجروح او مجھول حتی ان من شیوخه الذین وثقھم وصرح بحسن الثناء علیھم جابر بن یزید الجعفی ذاك الضعیف الرافضی المتھم قال الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنه ما رأیت فیمن رأیت افضل من عطاء ولا اکذب من جابر الجعفی[3] وکذلك کذبه ایوب وزائدة ویحیٰی والجوزجانی وترکه القطان وابن مھدی والنسائی وآخرون۔

یہ ہے کہ سماع اور شئی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے۔ گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کرینگے کہ امام شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے تو جب وہ حدیث بیان کرے تو اس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کردیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تیئیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیلی نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے ـــــ میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا شیخ ہے اھ ـــ قلت یہ نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتی کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحیٰی اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کردیا۔ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۵۷۴ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۳/۵۵۸

[2] " " ۷۸۲۲ محمد بن عبدالجبار " " " " ۳/۶۱۳

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی " " " ۱/۳۸۰

شفاء السقام[عہ۱] شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقۃ وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیۃ) بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منہ قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منہم من لم یروا الا عن ثقۃ عندہ کمالک وشعبۃ ویحیٰی بن سعید وعبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہ[1] اھ

امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و تعدیل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحیٰی بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اھ (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجۃ بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنہ الشعبی وقد قال ابن ابی خیثمۃ اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فہو ثقۃ یحتج بحدیثہ[2]

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

تدریب[عہ۲] میں ہے :

من لا یروی الا عن عدل کابن مہدی ویحیٰی بن سعید[3] اھ **اقول** ولا ینکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیٰی بن معین عن یحیٰی بن سعید لو لم اروا الا عمن ارضی ما رویت الا عن خمسۃ اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحیٰی بن سعید اھ **اقول** اور اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحیٰی بن معین سے انہوں نے یحیٰی بن سعید کے حوالے سے روایت

عہ۱: فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

عہ۲: فی ترجمۃ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

---

[1] شفاء السقام الحدیث الاول مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

[2] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۵۴ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/۷۵

[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۱۷

فان رضی یحیٰی غایۃ لا تدرك وکیف یظن بہ ان الخلق کلھم عندہ ضعفاء الا الخمسۃ و انما المرضی لہ جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولا فی حرف ولا مرۃ۔

کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں اھ اور یحیٰی کے راضی ہونے کی غایت ومقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ ومعتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہوا ور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

سلیمٰن بن حرب بن بجیل الازدی الواشجی قال ابوحاتم امام من الائمۃ کان لایدلس و قال ابوحاتم ایضا کان سلیمٰن بن حرب قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیتہ قد روی عن شیخ فاعلم انہ ثقۃ اھ[1] ملتقطا۔

سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشجی کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابوحاتم نے یہ بھی کہا کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

تقریب التہذیب میں ہے:

مظفر بن مدرك الخراسانی ابوکامل ثقۃ متقن کان لایحدث الاعن ثقۃ[2] ۔

مظفر بن مدرک خراسانی ابوکامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔ (ت)

نافعہ جامعہ: امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں:

تتمۃ من کان لایروی الاعن ثقۃ الافی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذونادر۔ وہ امام احمد،

عـہ فی معرفۃ من تقبل روایتہ ۱۲ منہ (م)

جس کی روایت مقبول ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمٰن بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/۱۷۸ و ۱۷۹

[2] تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

وسلیمٰن بن حرب وشعبۃ والشعبی وعبدالرحمٰن بن مھدی ومالك ویحیٰی بن سعید القطان و ذلك فی شعبۃ علی المشھور فانہ کان یتعنت فی الرجال ولایروی الاعن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبۃ یقول لو لم احدثکم الاعن ثقۃ لم احدثکم عن ثلثۃ وفی نسخۃ ثلثین و ذلك اعتراف منہ بانہ یروی عن الثقۃ وغیرہ فینظر وعلی کل حال فھو لایروی عن متروك ولاعمن اجمع علی ضعفہ، واما سفیٰن الثوری فکان یترخص مع سعۃ علمہ وورعہ ویروی عن الضعفاء حتی قال فیہ صاحبہ شعبۃ لاتحملوا عن الثوری الاعمن تعرفون فانہ لایبالی عمن حمل وقال الفلاس قال لی یحیٰی بن سعید لاتکتب عن معتمر الا عمن تعرف فانہ یحدث عن کل[1] اھ۔

بقی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبدالرحمٰن بن مہدی، مالک اور یحیٰی بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہُوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہُوں لہذا غور وفکر کرلیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع وتقوٰی کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفا سے روایت کرتے ہیں حتی کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وُہ کس سے حدیث اخذ کررہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰی بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وُہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول ماذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حملہ علی مثل ماقدمنا فی کلام یحیٰی کیف وان للثقۃ اطلاقا اٰخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مھدی قال حدثنا ابو خلدۃ فقیل لہ اکان ثقۃ فقال کان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام یحیٰی پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود واخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی

---

[1] فتح المغیث شرح معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۲ و ۴۳

وکان مامونا وکان خیر الثقۃ شعبۃ و سفین قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبدالوھاب بن عطاء ثقۃ؟ قال لا تدری ما الثقۃ انما الثقۃ یحیی بن سعید القطان اھ[1] فعلیك بالتثبت فان الامر جلی واضح۔

کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وُہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبدالوہاب بن عطا کے ثقہ ہونے کے بارے میں پُوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحیی بن سعید القطان ہے اھ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (ت)

ثم اقول (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی) انھیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاٰثار اخبرنا ابوحنیفۃ ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ ومعلوم ان اباحنیفۃ لم یکن لیذھب فیاخذ عنہ فی حال اختلاطہ ویرویہ وھو الذی شدد فی امر الروایۃ مالم یشددہ غیرہ علٰی ماعرف اھ[2]۔

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے از لیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انھیں آخر عمر میں اختلاط ہوگیا اور یہ بات مسلّم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کرسکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم ومعروف ہے اھ (ت)

تنبیہ (قلۃ المبالاۃ فی الاخذ قد حدث من زمن التابعین ــــ اخذِ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت)

قلت ھذا التوسع وقلۃ المبالاۃ فی

قلت (میں کہتا ہوں) اخذِ حدیث میں وسعت

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعدیل الخ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۴۴

[2] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۱۵

الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین
الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون
قال قال محمد بن سیرین اربعۃ
یصدقون من حدثھم فلا یبالون ممن
یسمعون الحسن و ابو العالیۃ و حمید بن
ہلال ولم یذکر الرابع وذکرہ غیرہ فسماہ
انس بن سیرین[1] ذکرہ الامام الزیلعی فی نصب[عہ]
الرایۃ وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ
عن کل ضرب، مرسلات مجاھد احب
الیّ من مرسلاتہ بکثیر وقال احمد بن حنبل
مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات،
ومرسلات ابراھیم النخعی لاباس بہا، ولیس
فی المرسلات اضعف من مرسلات الحسن و
عطاء بن ابی رباح فانھما کانا یاخذان عن کل
احد[2] وقال الشافعی فی مراسیل الزھری لیس
بشیئ لانا نجدہ یروی عن سلیمٰن بن الارقم[3]
ذکرھا فی التدریب۔

اور نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دارقطنی
نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے
آدمی ہیں جو ان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو
سچا سمجھتے ہیں اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کس سے
سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابو العالیہ،
حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے
چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا
ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔
علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا،
مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ
پسند ہیں۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے
سعید بن مسیب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلات ابراہیم
نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی
مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک
سے حدیث اخذ کرلیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ
زہری کی مراسیل میں کوئی شئی نہیں کیونکہ ہم نے اسے
سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا
ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت و مراسیل الائمۃ الثقات

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل

عہ فصل نواقض الوضو ۱۲ منہ

۱؎ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کتاب الطہارۃ واما المراسیل مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض ۱/ ۵۱
۲؎ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل " " " لاہور ۱/ ۲۰۳
۳؎ " " " " " " " " " " " ۱/ ۲۰۵

مقبولة عندنا وعند الجماهير ولا شك ان عطاء و الحسن والزهری منهم وقلة المبالاة عند التحمل لایقتضیها عند الاداء فقد یاخذ الامام عمن شاء ولا یرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا علی قبول مراسیل الحسن ذالك الورع الشدید عظیم التشدید قدوة الشان یحیی بن سعید القطان وذالك الجبل العلی علی بن مدینی الذی کان البخاری یقول ما استصغرت نفسی الا عنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعة الرازی وناهیك بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن فی حدیثه قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الا وجدنا له اصلا الا حدیثا او حدیثین واما علی فقال مرسلات الحسن البصری التی رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما یسقط منها، واما ابوزرعة فقال کل شیئ قال الحسن قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احادیث[1] نقلها فی التدریب۔

ہمارے اور جمہور علما کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کرلیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں، اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحیٰی بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع وتقوٰی اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے ہیچ نہیں سمجھا، اور امام اجل نقادالعلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لا یقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیی الا واحدا و

قلت (میں کہتا ہوں) عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں تو یحیٰی کو ایک یا دو احادیث جو

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

اثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجده و
فوق کل ذی علم علیم[1] ونقل فی مسلم الثبوت
عنه رضی اللہ تعالٰی عنه انه قال متی قلت لکم
حدثنی فلان فهو حدیثه ومتی قلت قال
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فعن سبعین[2]
اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت
الحسن قلت یا اباسعید انك تقول قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وانك لم تدرکه
فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی
عنه احد قبلك ولولا منزلتك منی ما اخبرتك
انی فی زمان کما تری وکان فی زمن
الحجاج کل شیئ سمعتنی اقوله قال رسول
اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فهو عن علی
بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان
اذکر علیاً[3] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

نہ ملیں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
باری ہے وفوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے
پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
تعالٰی عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے
اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
نے فرمایا تو وہ ستر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب
میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی
اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟
فرمایا اے بھتیجے! تُو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا،
اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ
جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے میں نے سُنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دَور میں ہُوں جس میں حضرت علی کا نام
ذکر نہیں کرسکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

فائدہ ۱۰: (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارۂ احادیث طبقۂ رابعہ) سُفہائے زمانہ نے
احادیث طبقۂ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین بابین

---

[1] القرآن ۱۲/ ۷۶
[2] مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲
[3] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی، الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۰۴

وجوہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سُن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعاتِ کبیر میں زیرِ حدیث:

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ[1]

جو سات پھیرے طواف کر کے مقامِ ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا پانی پیے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف[2]

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح و حسان و ثابت و موضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل توجب تک خصوص متن و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم و جزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تبیین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی لاجرم درجۂ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی یہاں بھی کما لایخفی علی اولی النھی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فواتح الرحموت میں ہمارے علماء کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

الراوی ان کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ اوسکتوا عنہ عند ظھور

راوی حدیث اگر فقاہت[عہ] روایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کرلیا یا ظہور روایۃ کے وقت اس سے خاموشی

عہ فی مسئلۃ معرفۃ العدالۃ ۱۲ منہ (م)

معرفۃ العدالۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

[2] ایضاً

الروایۃ اواختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان مردودا وان لم یظھر شیئ منھم لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ۔[1]

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شیئ کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابلِ عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلمین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یادیدہ و دانستہ مغالطہ دہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لاباس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہامین اُنھیں میں ہے جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین[عہ] بعض الاحادیث المشتھرۃ علی الالسن والصواب خلافھا علی نمط ذکرتہ فی التذکرۃ[2] فیہ من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت ح رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام او مؤول ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع[عہ] ح ما شھد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول ھذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۴۹

[2] ف۔ یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔ حوالے کے لیے ۵۱۰ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

الاباء به احدهما ضعیف علہ فیه طلب العلم فریضة علی کل مسلم طرقها واهیة علہ ح من ادی الفریضة وعلم الناس الخیر کان فضله

خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والترمذی والحاکم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه بلفظ الفاجر مکان المنافق واسناده کما قال المناوی جید ۱۲ منہ (م)

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ **اقول** بل صحیح من اعلی الصحاح فلمالک والصحیحین غیرهما عن ابن عمر رضی الله عنهما رفعه اذا قال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما وللبخاری عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه رفعه من قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما ولابن حبان عن ابی سعید رضی الله تعالٰی عنه بسند صحیح مرفوعا ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بها احدهما وفی الباب غیر ذلک فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منہ (م)

اقول بلکہ یہ اعلٰی درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہما نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفر ان دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفر ان میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے، اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

علہ **اقول** والصحیح انه لاینزل عن الحسن کما بینته فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی الله تعالٰی عنہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

على العابد الحديث ضعيف اسنادہ لکنہم يتساهلون في الفضائل ح الوضوء على الوضوء نورٌ على نور لم يوجد[عـه۱] فيه مسح العينين بباطن السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وروى تجربة ذلك عن كثيرين فيه الصلاۃ عماد الدين ضعيف وصلاۃ التسبيح ضعيف[عـه۲] الدارقطني اصح شیئ في فضل الصلوٰت صلاۃ التسبيح فيه طعام الجواد دواء وطعام البخيل داء في المقاصد[عـه۳] رجاله ثقات وفي المختصر منكر في المقاصد ماء زمزم لما شرب له ضعيف[عـه۴] لكن له شاهد في مسلم ح ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مائة من يجدد لها دينها صححه[عـه۵] الحاكم ح مثل امتى كالمطر

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث "وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے"، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نورٌ علیٰ نور ہے، موجود نہیں۔ اس میں ہے سبابہ انگلیوں کا باطن چومنے کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

عـه۱: بل اخرجه رزين وان قال المنذري ثم العراقي لم نقف عليه ۱۲ منہ (م)

عـه۲: الحق انه حديث حسن صحيح لا شك حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته و التفصيل في اللآلي ۱۲ منہ (م)

عـه۳: **اقول** كذا قال المناوی وبالغ الذهبی كعادته فقال كذب ۱۲ منہ (م)

عـه۴: **اقول** بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه المناوی وصححه الامام سفيٰن بن عيينة والدمياطی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ (م)

عـه۵: ورواه ابوداود وقال المناوی لاسناد صحيح ۱۲ منہ (م)

بلکہ اس کی تخریج رزین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہوسکے ۱۲ منہ (ت)

حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفیٰن بن عیینہ، دمیاطی، منذری اور ابن جزری نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اسکی سند صحیح ہے۔ (ت)

لایدری اولہ خیرام اٰخرہ موضوع[عہ] فی الوجیز اناوابوبکر وعمر خلقنا من تربۃ واحدۃ فیہ مجاھیل قلت لہ طریق اٰخر ولہ شاھد فی اویس حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقت اولٰی فان لہ طرقا عدیدۃ لاباس ببعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوما سندہ ضعیف ولہ شاھد ح یکون فی اٰخر الزمان خلیفۃ لایفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی ھنا ما فی التذکرۃ[۱] اھ ملتقطا۔

والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لیے ہے جس کی خاطر اسے پیا گیا، ضعیف ہے لیکن اس کے لیے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالٰی ہر سو سال کے بعد اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کیلئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اویس جو دو ورقوں پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سندیں ہیں۔

عہ اقول ھذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وحسنہ وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما اخرجہ البزار قال السخاوی بسند حسن وفیہ عن علی وعن عمار وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم وقال ابن عبدالبر الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم لہ علۃ قال المناوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الحسن، نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۱۰ تا ۵۱۹

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالٰی کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر وعمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زماں کا ابطال وازہاق) **اقول** وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام ائمہ میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل ومردود وعاطل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہاء دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل ومرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارۃ عما سقط من اسنادہ اثنان فصاعدا ومثالہ مایرویہ تابعی التابعی قائلا فیہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذلك مایرویہ من دون تابعی التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او عن ابوبکر وعمر وغیرھما، غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینھم وذکرابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالك "بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال للمملوك طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل قلت وقول المصنفین من الفقہاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر وعمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر السنجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

فغيرهم قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم كذا اوكذا" و نحو ذلك كله من قبيل المعضل لما تقدم وسماه الخطيب ابوبكر الحافظ فی بعض کلامه مرسلا و ذلك على مذهب من يسمى كل ما لا يتصل مرسلا كما سبق[1] اھ باختصار۔

کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہا اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنھوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اھ اختصار (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وهو ان يقول الراوی قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم من غير ان يذكر الاسناد[2]۔

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحبِ دُرمختار افاضۃ الانوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم يذكر الواسطة اصلا فمرسل[3] (اگر راوی اصلاً واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت)

مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(المرسل قول العدل قال عليه) وعلٰى اٰله واصحابه الصلاة (والسلام كذا) وعند اهل الحديث فالمرسل قول التابعی قال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه واٰله واصحابه وسلم كذا، والمعلق ما رواه من دون التابعی من دون سند والكل داخل فی المرسل عند اهل الاصول[4] اھ مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے یوں فرمایا، اور حدیث معلق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے، اور اہلِ اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اھ مختصراً (ت)

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر بالمعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸
[2] توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴
[3] حاشیۃ التوشیح مع التوضیح
[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی، قم ۲/ ۱۷۴

پھر باجماع علما محدثین وفقہا یہ سب انواع نوعِ موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسِیَر واحوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور اُنھیں اُس سے جُدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفینِ سِیَر بلا نکیر منکر مراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مساہلت فرمائی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح مؤطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغاتِ مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب[1] میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے :

ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر۔[1]

امام مالک نے احادیثِ صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کردیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں، جیسا کہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغلطائی سے ہے :

مثل ذلک فی کتاب البخاری[2] (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے :

کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرھما۔[3]

امام مالک کی کتاب ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔ (ت)

اسناد کے سنّتِ مطلوبہ وفضیلتِ مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے محققین قابلین مراسیل و

عہ فی الثانیۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (م)

مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی الثانیۃ من مسائل الصحیح مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۱/ ۹۰

[2] " " " "

[3] " " " "

معاضیل بھی مسانید کو اُن پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ ت) تاکیداً ثریین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجودھا لوکان لہا اجنحۃ یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پَر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعۃ عین لاعموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں، یُوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شیئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شئے سے لڑے گا۔ ت) صراحۃً دربارۂ عقائد و احکام ہے۔

فان الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید والتماکس دون ما اجمعوا علی التساھل فیہ۔

لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہو نہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔ (ت)

یُوں ہی ارشاد امام مبارک عبداللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء[2] (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبولِ ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررۂ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ماشاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ت) صادق نہ آئے گا کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ ت) پُر ظاہر کہ یہ اور اُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہا اُن کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو اُن کے طور پر وہی من شاء ماشاء کا احتیاطی احتمال ولہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کرکے فرمایا:

لم یظھر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ[1] (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور رہنا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

[2] الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲

رحمہ اللہ تعالٰی نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم فی مقدمۃ صحیحہ قال قال محمد یعنی ابن عبداللہ بن قُہزاذ، سمعت ابا اسحٰق ابراہیم بن عیسی الطالقانی قال قلت لعبد اللہ بن مبارک یا ابا عبدالرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البران تصلی لابویک مع صلاتک وتصوم لہما مع صومک قال فقال عبد اللہ یا ابا اسحٰق عن من ھذا قال قلت لہ ھذا من حدیث شہاب بن خراش فقال ثقۃ عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقۃ عمن قال قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مفاوز تنقطع فیہا اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقۃ اختلاف۔[1]

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبداللہ بن قہزاذ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحٰق ابراہیم بن عیسٰی طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد والدین کے لیے روزہ رکھے فرمایا تو عبداللہ نے کہا اے ابواسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے' فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے؟ میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابواسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے' لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی ھذہ الحکایۃ انہ لایقبل الحدیث الا باسناد صحیح۔[2]

اس حکایت کا معنٰی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھئے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نا متصل باطل وملحق بالموضوع ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً[3] (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

[1] و [2] صحیح لمسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع " مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۳۱۶

عبارات صرف باب اہم و اعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارۂ رد و قبول غالب ومحاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار رغبہ و ترہبہ وغیرہا میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں: مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالٰی ہے۔ ت)

(جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسلم[1] وشروحہ[1] وغیرہا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عـہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابوحنیفۃ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلثۃ مطلقا ومن ائمۃ النقل بعد ثلث القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الھمام ھنا یقبل من ائمۃ النقل مطلقا من ای قرن کان اعتضد بشیئ ام لا ویتوقف فی المرسل من

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں۔ کی رائے یہ ہے مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہیں سے (یعنی احناف سے) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم، آخر اُس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اُس کے لیے ذکر وعدمِ ذکرِ سند دونوں یکساں اور بلاشبہہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں توکم بھی نہیں، اور جو احتمالات مساہلت وتحسین ظن وخطا فی النظر یہاں ہیں وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب ومشاہد باینہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی وامام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا،

كما ذكرنا نصوصهم فى مدارج طبقات الحديث وقد تقدم نص القارى عن شيخ الاسلام فى الافادة الحادية والعشرين.

جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔ (ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غيرهم وهو المختار قيل وهو مراد الائمة الثلثة والجمهور ولا يقول احد بتوثيق من ليس له معرفة فى التوثيق والتجريح وعلى هذا خلاف ابن ابان فى عدم اشتراط هذا الشرط فى القرون الثلثة لزعمه عدم الحاجة الى التوثيق فى تلك القرون لان الرواة فيها كانوا اهل بصيرة فى التوثيق والتجريح[1] اه من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منه رضى الله تعالٰى عنه (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کرسکتا ہے جو توثیق وتجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

یوں ہی ابن السکن کا تصحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا،

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی غیر ذٰلک من احکامہ واحوالہ ونعوت جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوات اللّٰہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی اٰلہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم اٰمین۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام واحوال، آپ کے جمال وجلال کی صفات وشانیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں آپ پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت وسلام، شرافت، بزرگی، عظمت وکرم کی برسات ہو، آمین (ت)

الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضورِ اقدس واکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نامِ محمود ودرودِ مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولٰی عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارتِ عیون وتنویر قلوب وتکفیرِ ذنوب وسلامتِ ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالٰی بکرمہ یقبل الصلاتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان ذٰلک للیلۃ الثالثۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخر شھر ربیع اٰخر من شھور السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہ وصحبہ واولیائہ اجمعین اٰخر دعونا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین، سبحٰنک اللھم وبحمدک، اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔